New Era Magazine
قلبِ ویران کا اجالا
NEW ERA MAGAZINE
از نازش ملک
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(جاری ناول)

قلب ویران کا اجالا

از نازش ملک

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاءاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

شیشے کے سامنے کھڑی وہ اپنی شکل دیکھ رہی تھی بلکہ دیکھ کم اور گھور

زیادہ رہی تھی جب اچانک اسے زوردار دھماکے کی آواز آئی وہ اپنے کام میں اس قدر

غرق تھی کہ کچھ دیر اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ ہوا کیا ہے پھر اسے محسوس ہوا کہ

اسکی کمر میں درد ہو رہا ہے اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو سامعہ دونوں

ہاتھ کمر پہ رکھے اسے خونخوار نظروں سے دیکھ رہی تھی اب اسے سمجھ میں

آیا کہ اسکی کمر میں درد کیوں ہو رہا ہے یقیناً سامعہ نے اپنے بھاری ہاتھ سے اسکی کمر

کو سلامی پیش کی تھی—ارم نے ایک نظر کمرے میں موجود دوسرے دو

نفوس پر ڈالی جو فیشن میگزین میں ایسے گم بیٹھی تھی جیسے کمرے میں ان کے علاوہ اور

کوئی

موجود ہی نا ہو رائمہ کو تو خیر جنون تھا کپڑوں کے نت ن ئے فیشن دیکھ کر اپنے کپڑوں

پہ تجربے کرنے کا لیکن صنم ایسا کوئی شوق نہیں رکھتی تھی اب اگر وہ میگزین کھولے

بیٹھی تھی تو مطلب صاف تھا کہ وہ دونوں ان کے درمیان نہیں آئیں گی دوسرے

لفظوں میں اسے اپنی جنگ خود لڑنی تھی اس جنگ کی وجہ یہ تھی

کہ اس نے سامعہ کی بات نہیں سنی تھی، دی گریٹ سامعہ کی۔ لیکن وہ ارم ہی کیا جو

سامعہ سے ہار مان لے

"ہائے میری کمر توڑ دی"۔

اس نے اتنی زور کی چیخ ماری کہ ایک پل کو وہ تینوں

گھبرا گئیں لیکن پھر جلدی سے دوبارہ نارمل ہو گئیں کیونکہ وہ ارم کے ڈراموں

سے اچھی طرح واقف تھی۔ صنم اور رائمہ نے دوبارہ میگزین کھول لیا۔

اور وہ دونوں بھی دوبارہ لڑنے میں مشغول ہو گئیں جیسے اس سے بہتر کام اور

کوئی نا ہو۔ بقول رائمہ ان دونوں کا تو لڑائی کیے بغیر کھانا ھضم نہیں ہوتا۔ اگر

لڑائی کرنے کا کوئی مقابلہ ہو تو یہ دونوں ٹاپ کریں۔

ارم کی دھائیاں عروج پر تھی "پوچھ سکتی ھوں مجھ پر یہ ظلم کیوں ڈھایا گیا"

ہاتھ نچا کر پوچھتے ہوئے وہ پوری پھپھے کٹنی لگ رہی تھی۔

"نا میں کہتی ہوں پرستان کی پری ہو یا قلوپطرا کہ شیشے کے سامنے آتے ہی

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اپنے حسن میں کھو کہ ارد گرد کا ہوش بھول جاتی ہو".

انکے بات کرنے کے انداز سے بلکل نہیں لگ رہا تھا کہ دونوں یونیورسٹی کی پڑھی لکھی

مخلوق سے تعلق رکھتی ہیں۔"ہاں تو کسی قلوپطرا سے کم بھی نہیں ہوں اب تم میرے

حسن سے

جلتی ہو تو میں کیا کر سکتی ہوں۔اور اللہ ایسی دوستیں بھی کسی کو نہ دے جو

اپنی دوست کو دشمن کے نرغے میں اکیلا چھوڑ دیں"۔

اچانک اسکی توپوں کا رخ اپنی طرف ہوتا دیکھ کر دونوں نے ٹھنڈی آہ بھری

اور ایک دوسرے کی طرف دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہی ہوں اب کیا کریں۔

صنم نے نوٹس میں جائے پناہ ڈھونڈی اور رائمہ اٹھ کے کپڑے پریس کرنے

لگی۔ان کی اس چشم پوشی پر ارم کا منہ کھلا رہ گیا جو سامعہ نے ٹھوڑی کے

نیچے ہاتھ رکھ کر بند کیا۔"دیکھ لو یہ ہے تمہاری اہمیت، بڑی آئی قلوپطرا"

"تم لوگوں کی نظر میں

اپنی اہمیت کا اندازہ تو مجھے پہلے ہی تھا لیکن پھر بھی میں نے سوچا

شاید اب کی بار مجھ مظلوم کی فریاد سن لی جائے"

ارم نے اپنے نہ نظر آنے والا آنسوؤں کا دریا سامعہ کے دوپٹے سے

صاف کیا اور ساتھ لگے ہاتھوں ناک بھی صاف کر لیا سامعہ نے دوپٹہ بچانے کی

کوشش کی لیکن تب تک ارم اپنا کام کر چکی تھی۔رائمہ نے اپنا سر دونوں ہاتوں سے

تھام لیا اور اب وہ نئے سرے سے چھڑنے والی جنگ کی منتظر تھی کہ اچانک دروازہ بجا

اور تھوڑی دیر بعد ساتھ والے کمرے کی مبین کا سر نظر آیا صنم اور رائمہ نے پیار بھری

نظروں سے اسے دیکھا کیونکہ اس نے جانے انجانے میں ارم اور سامعہ کی لڑائی رکوا کر

ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا تھا اس سے پہلے کہ وہ اسے نوبل پرائز دیتی وہ ان چاروں

کو ہوسٹل کی چھت پہ پدھارنے کا حکم جاری کر کے خود غایب ہو چکی تھی۔اور وہ

چاروں چھت کی جانب چلی گئیں کیونکہ مبین جب سکو اکٹھا ہونے کا کہتی تو اس کا

مطلب ہوتا کہ محفل کا انعقاد کیا گیا ہے۔محفل کس قسم کی ہوتی تھی یہ بھی ایک الگ

قصہ ہے۔اور سب سے بڑھ کر حیرت کی بات یہ تھی کہ ارم اور سامعہ جن کی لڑائی

کسی صورت نا رکتی چاہے کوئی ان کے پاؤں بھی پڑ جائے وہ مبین کی ایک آواز پر رک

جاتی۔اب بھی وہ دونوں آگے آگے تھی۔

وہ چاروں کراچی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہی تھی۔سامعہ میتھ میں ایم ایس سی کر رہی تھی جبکہ وہ تینوں ایم بی اے کر رہی تھیں۔ارم ساہیوال سے تھی اپنے والد کے بزنس کی وجہ کراچی شفٹ ہونا پڑا۔جبکہ سامعہ اور رائمہ کراچی کے آس پاس کے علاقوں سے تھی،سامعہ تو اپنی بھابی کے روز روز کے جھگڑوں سے تنگ آ کر ہوسٹل میں رہ رہی تھی اور رائمہ ان تینوں کے ساتھ رہنے کے لئے،کیونکہ وہ چار بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی،وہ جو بچپن سے ایک بہن کیلئے ترستی آئی تھی ان تینوں کے ملنے پر ان سے دور نہ رہ سکی۔اور ایک وہ تھی تھر کے ریگستانوں سے آئی ہوئی،نکھری نکھری رنگت،بڑی بڑی شہد رنگ کی آنکھیں اور شہد رنگ کے ہی کمر تک آتے گھنے بالوں کی آبشار لئے کہیں سے بھی تھر واسی نہ لگتی۔عنابی ہونٹوں کے نیچے ہمہ وقت مسکراتے تل کی چھب ہی نرالی تھی۔اس پہ مستزاد دھیما نرم لہجہ،دیکھنے والے کو گماں تک نہ ہوتا کہ اس کا تعلق کسی ایسے علاقے سے ہو سکتا ہے جہاں نہ صرف انسانی زندگی گزارنے کے بنیادی وسائل کی شدید کمی ہے بلکہ اعلی تعلیم کے نام سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔اب یہ صنم کی خوش قسمتی تھی یا پھر بچپن سے اپنے علاقے کے لوگوں کو بھوک

وافلاس سے مرتا دیکھ کر کچھ کر گزرنے کی دیرینہ خواہش کہ وہ اس مقام تک پہنچ گئ جہاں سے منزل چند قدموں کے فاصلے پر نظر آرہی تھی۔اس کی اپنے علاقے کے لوگوں کے لیئے کچھ کرنے کی خواہش اس قدر شدید تھی کہ جب وہ چھٹیاں گزار کے آتی تو اپنی ماں، باپ اور بستی کے لوگوں کی مشکلات سے پر زندگی اسے کئ راتیں جاگ کے گزارنے پر مجبور کر دیتی۔اس کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا اب اسے پڑھ لکھ کر اس مقام تک پہچنا تھا کہ انکی مشکلات ختم نہیں تو کم ضرور کر سکے۔

«««««« ••• »»»»»

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مٹی سے اٹے ہوئے چہرے لیئے جنتے کے گھر کے باہر بچے ادھر سے ادھر بھاگتے پکڑم پکڑائ کھیل رہے تھے۔جنتے مٹی کے چولہے پہ توا رکھے روٹی بنا رہی تھی سندھی کڑھائ سے مزین ہرے رنگ کی چولی اور لال رنگ کا گھاگرہ پہنے سر پہ ہری اور لال چنری ٹکائے، ناک میں بڑی سی نتھلی پہنے اور بازوؤں میں کہنیوں سے بھی اوپر تک بڑی بڑی سفید چوڑیاں پہنے اپنے علاقے کی نمائندگی کرتی جنتے جب روٹی بیلتی تو اس کی چوڑیاں عجیب سی دھن پیدا کرتی۔ تبھی سمترا، آدرشنی، فیضاں اور صدوری آ گئیں۔ان کا حلیہ بھی جنتے سے میل کھاتا تھا۔سوائے سمترا اور آدرشنی کے، جن کے

ماتھے پر بھنوؤں کے درمیان ایک چھوٹی سی لال رنگ کی بندی لگی تھی۔

"سلام چاچی" صحن میں داخل ہوتے ہی فیضاں کی طرف سے باآواز بلند سلامتی بھیجی گئ۔ صحن کیا تھا مٹی کے تین کمروں کے آگے مٹی کی ہی چار دیواری تھی جس میں تھوڑی سی جگہ دیوار نہیں تھی غالباً دروازے کے لئے جگہ چھوڑی گئ تھی لیکن دروازہ نہیں تھا یا شاید دروازہ لگانے کا رواج ہی نہیں تھا "ارے میڈی دھی آئ ہے"

آواز میں خوشی کی نمایاں رمق لئے

جنتے نے وہیں سے پرجوش استقبال کیا۔ چولہے کے آس پاس چھوٹی سی کچی دیوار بنائ گئ تھی اس میں سوراخ موجود تھے جس میں سے باہر جھانک کر دیکھا جاسکتا تھا کہ کون آیا ہے لیکن اپنے کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے جنتے نے باقی تینوں کو نہیں دیکھا جس پر سمترا کی طرف سے بھرپور احتجاج کیا گیا۔

"چاچی اساں کوں پتہ ہے کہ تجھے تیڈی نوح (بہو) بہت پیاری ہے لیکن اس کا یہ تو مطلب نہیں ہے نا کہ ہم پر تیڈی اکھ وی نا جاۓ"

(چاچی ہمیں پتہ ہے کہ تمہیں تمہاری بہو بہت پیاری ہے لیکن اس کا یہ تو مطلب نہیں

کہ ہم پہ تم نظر ہی نہ ڈالو"۔)

احتجاج کے ساتھ ساتھ فیضاں کو بھی چھیڑ دیا جو عطار کی منگ تھی رشتہ تو بچپن سے ہی طے تھا دونوں کے دل بھی ایک دوسرے سے جڑے تھے اب بھی رشتے کی بات سن کر اس کا دل دھڑک اٹھا اپنی خفت مٹانے اور سمترا کی یوں کھلے عام گل فشانی پہ اسے ایک دھموکا جڑا۔

اور جنتے نے چولہے کی دیوار میں بنے چھوٹے چھوٹے سوراخوں سے باہر جھانکا تو معلوم ہوا چاروں موجود ہیں۔

"کیا گل (بات) کرتی ہو دھی تساں سب میکوں ایک جتنی پیاری ہو۔بس وہ زرا تہاڈے (تمہارے) چاچے واسطے روٹی بنا رہی تھی نا تو دھیان نہیں دیا۔ ویسے خیر تاں ہے نا اج کیویں (کیسے) راہ بھل گئی ہو تم سب، صنم نہ ہو تو تساں سب میڈا حال وی نہ پچھو"

جنتے نے شاید روٹی بنالی تھی تبھی اٹھ کے ان کے پاس آ بیٹھی اور ساتھ ہی گھر نا آنے کا شکوہ بھی کر لیا۔ کیونکہ وہ سب صنم کی غیر موجودگی میں ہفتوں ادھر کا رخ نہ کرتیں اور صنم ہوتی تو ہر وقت رونق لگی رہتی۔

"چاچی آدرشنی کی پھوپھی بیمار ہے نا اور اس کا کم کرنے والی کوئی نہیں ہے تاں (تو) آدرش اس کے کم کرنے جاتی اج ہم نے سوچا ہم بھی کوئی مدد کروادیں ہنڑ (اب) واپسی پہ تیڈا حال پچھنے آگئے۔ چاچی تیکوں (تمہیں) تاں پتہ ہے کتنے کم ہوتے ھیں بس ویل (وقت) نہیں ملتا۔ بھرجائی (بھابھی) نظر نہیں آرہی، کتھاں ہے"

صدوری کی طرف سے تفصیلی جواب آیا تھا اور ساتھ ہی سوال بھی۔ جنتے فیضاں کی چاچی تھی لیکن فیضاں کی دیکھا دیکھی باقی تینوں نے بھی چاچی پکار نا شروع کردیا اسی طرح سکھاں جو عطار کے بڑے بھائی شاکر کی بیوی تھی صنم کے بھرجائی کہنے پر ان چاروں کی بھی بھرجائی بن گئی۔

"سکھاں کی بھرجائی کو رب سوھنڑے نے پت (بیٹا) دیا ہے وہ اپنے پیکے (میکے) گئی ہے، ہاں سنا تو میں نے بھی ہے کہ گیتی بہن بیمار ہے بس رب سوھنڑا صحت دے۔ دھیاں (بیٹیاں) بھی رب کا انعام ہیں اب گیتی کو رب نے ہک دھی دی ہوتی تو اس کو گھر کے کموں (کاموں) کا کوئی چنتا (پریشانی) نہ ہوتا۔"

"چاچی تو ہی کوئی صلاح دے گیتی پھوپھی کو کہ اب آدرش کو بیاہ کے لے جائے چنتا آپ (خود) ہی مک (ختم) جائے گا۔"

اب کی بار سمترا نے شرارتی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے آدرشنی کو نشانہ بنایا جس پر آدرشنی نے دور سے ہی گھوری سے نوازا۔ آدرشنی نے پھوپھی کی بہو بننا تھا شادی تقریباً تیار تھی لیکن اسکے بابا کے کھو جانے کی وجہ سے شادی رک گئی۔ پچھلے سال بارش نا ہونے کی وجہ سے لوگ بکریوں کو دور دراز کے علاقوں میں چرانے لے جاتے۔ سال ہا سال سے یہی ہو رہا تھا پانی کی شدید قلت تھی ایسے میں انکا گزارا بارشوں سے اکٹھے کیئے گئے پانی پر ہوتا تھا اور اگر کسی سال بارشیں نا ہوتی تو قحط سالی کی وجہ سے مویشیوں کے ساتھ ساتھ کئی انسان بھی لقمۂ اجل بن جاتے۔ ان حالات میں لوگ خود کو اور اپنے کنبے کو موت سے بچانے کے لیئے ہجرت کرتے یا پھر ریوڑ چرانے لے جاتے اور شام تک لوٹ آتے۔ ایسے ہی ایک دن متھل بھی اپنی بکریاں لے گیا لیکن شام کے بعد رات آئی وہ بھی گزر گئی اور اگلا دن بھی نا کوئی بکری واپس آئی نا متھل خود۔ بستی کے ایک ایک فرد نے ہر جگہ تلاش کر لیا نا اس نے ملنا تھا نا ملا۔ لیکن آدرش اور گیتی ابھی تک متھل کے انتظار میں تھی اس لیے ابھی تک شادی نا ہو سکی۔

"متھل بھرا (بھائی) گم نا ہوتا تاں اب تک آدرش دھی کا بیاہ تھی (ہو) چکا ہوتا"

دکھی لہجے میں کہا گیا آدرشنی کا دل بھی بوجھل ہو گیا باقی سب افسردہ نظر آنے لگیں۔

چاچی صنم کڈاں(کب)آسی(آئے گی)""

فیضاں نے ماحول کی افسردگی کو کم کرنا چاہا اور کامیابی ہوئی کیونکہ یہ بات وہ سب آتے ہی پوچھتی تھی لیکن آج باتوں باتوں میں موقع نہیں ملا لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ یہ بات پوچھے بغیر چلیں جاتیں۔ صنم ایک ایسا موضوع تھا جس پر وہ سب گھنٹوں بیٹھ باتیں کر سکتی تھیں پھر نہ وقت کی کمی کا احساس ہوتا اور نہ ہی گھر کے کام یاد آتے۔ ان کیل ئے وہ ایک امید کا روشن مینار تھی جس نے ان کی زندگیوں کو بدلنا تھا۔ اب بھی اس کے پوچھنے پر باقی سب بھی متوجہ ہوئیں۔

"ابھی تاں پندرہ دن وی نہیں تھئے(ہوئے)اسے گئے ہوئے اور پھر پند(فاصلہ) وی تو بہت ہے روز دیہاڑے(ہر دن)تاں نہیں آسکتی،تساں بس اس کے واسطے رب سوھنڑے سے دعا کیتی کرو(کیا کرو)اوپر والا اس نوں(اسے)کامیاب کرے۔"

جنتے نے پورا پنجا کھول کے پندرہ کا اشارہ کیا اور پھر محبت سے چور لہجے میں فیضاں کو جواب دیا۔

"صنم کے واسطے تاں دل سے دعا نکلتی ہے۔ چاچی اس بستی دا کوئی بندہ ڈس(بتا)جیہڑا(جو)صنم کے ل ئے دعا نا کرے۔ بس دل اداس تھی(ہو)جاتا ہے۔"

صدوری نے جواب دیا۔

"اچھا چاچی ھنڑ(اب)اساں ویندے ہیں۔"(اچھا چاچی اب ہم چلتے ہیں)

آدرشنی نے بات ختم کی اور جانے کو اٹھ گئی تو باقی سب بھی اٹھ گئی۔ چاچی نے بھی نا روکا۔ جانتی تھی کہ صنم کے بغیر ان کا اس گھر میں دل نہیں لگتا۔ صنم نا ہوتی تو ادھر کا رخ ہی نا کرتی اور کبھی بھولے بھٹکے سے آ بھی جاتی تو چند لمحے گزار کر چلی جاتی اور اگر کبھی جنتے تھوڑی دیر مزید رکنے کا کہتی تو ایک ہی جواب ہر بار ملتا صنم کے بغیر یہ گھر کاٹتا ہے۔اس لئے اب جنتے نے کہنا ہی چھوڑ دیا۔لیکن ان کے آنے سے وہ خوش ہو جاتی وہ تینوں مل کے بھی صنم کی کمی پوری نا کر پاتی لیکن ان کے ساتھ بیٹھ کر صنم کو یاد کرنے سے اسے بہت خوشی ملتی۔اسے اپنی اکلوتی بیٹی جان سے پیاری تھی۔اماں کا مان اور بابا کا فخر تھی۔صرف ان کا ہی نہیں ساری بستی کیلیے ایک اعزاز تھی۔

«««««•••»»»»»

وہ چاروں چھت پہ پہنچی تو اپنے ساتھ کے تین چار کمروں کی ساری لڑکیوں کو موجود پایا جن سے ان کی اچھی بنتی تھی۔ثناگا نا گا رہی تھی"مجھے ساجن کے گھر جانا ہے۔"جس کا کوئی سر دوسرے سے نہیں مل رہا تھا مبین ڈانس کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو

ڈانس تو کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا۔اب اللہ جانے وہ جان بوجھ کر ایسا کر رہی تھیں یا واقعی ہی انہیں گانا گانا اور ڈانس کرنا نہیں آتا تھا جو بھی تھا انتہائی مضحکہ خیز تھا لیکن لڑکیاں اس قدر ہمہ تن گوش تھیں جیسے مسٔلہ کشمیر حل کیا جا رہا ہو۔ارم نے آنکھیں ملی اور پوچھا "ہم اپنے ہوسٹل میں ہی موجود ہیں نامراثیوں کے گھر تو نہیں آگئے۔"

اس کے گلے میں پہلے ہی سپیکر فٹ تھا اب شاید اس نے سپیکر کا والیوم بھی فل کر دیا تھا کہ سب نے تو نہیں لیکن پاس کی دو تین لڑکیوں نے ضرور تھا اور ان میں ایک ثنا بھی تھی۔لیکن اس نے برا نہیں منایا اور ہونٹوں کو کان کی لوؤں تک پھیلا کر بولی "آج تم جو دل کرے کہو کوئی روک ٹوک نہیں۔"

"وجہ بھی تو پتہ چلے "رائمہ نے مبین سے ہی پوچھا کیونکہ باقی سب کے چہروں پہ بھی صاف صاف لکھا تھا کہ

"ہم بھی کچھ نہیں جانتے"

"بتاتے ہیں بتاتے ہیں بیٹھو تو سہی"

ثنا نے چاروں کو باری باری بازوؤں سے پکڑ کر سٹور روم سے نکالی گی ٹوٹی پھوٹی

کرسیوں پر بٹھایا۔کسی کرسی کا بازو غایب تھا تو کسی کی ٹانگ،ٹوٹی ٹانگوں والی دو
کرسیوں کے نیچے چھت کی منڈیر سے اینٹیں اٹھا کر انہیں سہارا دے کر بیٹھنے کے قابل
بنایا گیا تھا۔جس کرسی پر سامعہ کو بٹھایا گیا اسکی بیک غایب تھی۔مطلب یہ کہ وہ کرسی
سے سٹول بن چکا تھا،بازوؤں والا سٹول۔

"میم رخسانہ کو پتہ ہے اس سب کا یا ہم ایک بار پھر سزا کے لئے تیار رہیں۔"

صنم نے انگلی سے سارے ماحول کی طرف اشارہ کیا۔

"یہی تو ٹوئسٹ ہے۔آج میم رخسانہ ہوسٹل کو اپنے نونہال،کدو کے بال اور ٹینڈے
کی کھال جیسے بھائی سر جمال کے حوالے کر کے خود ایک رات کی رخصت لے کر اپنے
کسی عزیز کی شادی خانہ بربادی میں تشریف لے گئی ہیں۔آج رات ہم پر۔۔۔۔"

مبین نان سٹاپ شروع ہو چکی تھی اور اس کے رکنے کے کوئی آثار نظر نہ آتے دیکھ کر
اردو ڈیپارٹمنٹ کی صائمہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور خود بولنے لگی۔

اسی لیے ہم نے آج محفل موسیقی کا"

اہتمام کیا ہے۔اور ساتھ ساتھ آپ سکولا ئیو ٹیلیکاسٹ مووی دکھائی جائے گی وہ بھی

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بلکل فری"

صدا کی ایکٹنگ کی شوقین صائمہ نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا اور ہاتھ اٹھا کر تالی بجائی اور ساتھ ناظرین کو بھی اشارہ کیا گیا لیکن ناظرین اچھے خاصے ڈھیٹ واقع ہوئے تھے تالی تو دور کی بات کسی نے ایک چٹکی بھی نا بجائی وہ بیچاری اپنا سا منہ لے کر بیٹھ گئی۔

اتنی بدذوق وہ سب تھی نہیں لیکن ابھی متوقع ڈانٹ اور سزا کے ڈر سے سب خاموش تھیں کیونکہ رات کے وقت چھت پر آنا منع تھا کجا کہ محفل موسیقی کی لائو نشریات سے لطف اندوز ہونا۔

"یار کیوں منہ لٹکا لیے ہیں تم لوگوں نے کتنے دن بعد تو موقع ملا ہے عیاشی کرنے کا تو فائدہ تو اٹھانا چاہیے نا" مبین نے سب کو قائل کرنے کی اپنی سی کوشش کی جس کی کامیابی کے کوئی بھی چانس نظر نہیں آرہے تھے۔

"پچھلی بار جو فائدہ اٹھایا تھا اس کے نتائج یاد ہیں نا یا بھول گئی ہو۔" پیچھے سے کسی کی آواز آئی۔

"ڈرپوک لوگو ڈرتے رہنا ہمیشہ ایک تو اتنی مشکل سے اس دنیا کے گیارہویں عجوبے کو

میڈم کے گھر میں بند کر کے آئی ہوں اور یہاں تم لوگوں کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔"

وہ اچھی خاصی جھنجلا گئی اور کسی حد تک غصے سے بولی لیکن سب کے حیرت سے کھلے منہ اور صدمے والے تاثرات دیکھ کے کھسیانی ہو کے بولی۔

"ہاں تو اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی تو نہیں تھا نا۔ ساری رات تو وہ بنا بیٹری کے چلنے والی مشین ہوسٹل کے باہر بد روح کی طرح چکراتی رہتی ہے۔"

ایک نئے لقب سے نوازنے کے بعد اسکی جنس ہی تبدیل کر دی گئی۔ اگر سر جمال صاحب اپنی شان میں پڑھے جانے والے قصیدے سن لیتے تو غش پہ غش کھاتے۔

"یار مبین سر جمال سے تمہاری ایسی کیا دشمنی ہے کہ روزانہ نیا لقب ملتا ہے اور آج تو حد ہی ہو گئی جینڈر ہی بدل دی"

ارم نے ایک اہم نقطہ اٹھایا۔

"وہ چھوڑو یہ بتاؤ کہ میرا پلین فلاپ کرنا ہے یا دھرا نجوائے کرنا ہے"

سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگی تو بلآخر صنم بولی۔

"ٹھیک ہے، لیکن جانے سے پہلے یہ سارا میس کلیئر کر کے جائیں گے، سر جمال کو جو گھر میں بند کیا ہے انہیں بھی آزاد کرنا ہے۔۔اور ادھر ہم لوگ صرف ایک گھنٹہ بیٹھیں گے"

اس کا اشارہ کرسیوں اور اینٹوں کی طرف تھا۔

"ارے اس کی تو تم فکر ہی نا کرو، سب ہو جائے گا"

مبین خوشی سے بولی۔اسے سب سے زیادہ صنم کی طرف سے انکار کی امید تھی کیونکہ وہ اس قسم کے کاموں سے زرا دور رہتی۔ پچھلی بار جب انہوں نے کارنامہ سر انجام دیا تھا تو صنم ہوسٹل میں موجود نہیں تھی۔اور ان کو یہ سزا ملی تھی کہ جو لڑکیاں اس سب میں شامل تھیں (مبین، ارم، اور صائمہ)، انہیں پورا ہفتہ ہوسٹل کی صفائی کرنی تھی۔ہوسٹل کی صفائی کرنے والی عالمہ باجی کو چھٹی دے دی گئی تھی۔اب صبح وہ سب یونیورسٹی جاتی کلاسس لے کے جب تھک ہار کے آتی تو آگے سے صفائی کرنی پڑتی۔اور کام نا کرنے کی صورت میں شکایت ان کے گھروں تک پہنچا دی جاتی جو لڑکیاں کبھی نہیں چاہتی تھی۔ لہذا مرتے کیا نا کرتے کے مصداق انہیں کام کرنا پڑا وہ تو اچھا ہوا کہ تیسرے دن ارم کو موسمی بخار نے آگھیرا اور ان کی سزا کو ختم کر دیا گیا۔ غلطی ان کی یہ

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تھی کہ کے رات کے کسی پہر ارم، مبین اور صائمہ افشین کے روم میں گئیں اور اپنے اندر کلبلاتے پینٹنگ کے کیڑے کو سکون دینے کی خاطر اس کے منہ پہ وہ نقش و نگار بنائے کہ کیا ہی کسی مایہ ناز پینٹر نے کینوس پر بنائے ہونگے۔ اپنا کام کرنے کے بعد وہ تینوں اپنے اپنے کمروں میں چلی گیئں۔ انہیں سوئے ابھی پانچ منٹ بھی نہ گزرے ہونگے کہ ہوسٹل میں ایک مردانہ چیخ سنائی دی اور پھر دو سیکنڈ بعد ہی زنانہ چیخ بھی سنائی دی اور پھر پورے تین منٹ بعد پورا ہوسٹل چیخوں سے گونج رہا تھا اور ساتھ ساتھ بھاگنے کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ ارم، سامعہ اور رائمہ بھی چیخوں کی آوازوں سے اٹھ گئ۔ رائمہ اچھی خاصی ڈرپوک واقع ہوئ تھی اس لیۓ کانپتے لہجے میں ارم سے پوچھا"کیا ہوا ہے"

لیکن ارم تو ایسے بیٹھی تھی جیسے نا کچھ سنائ دے رہا ہے اور نا کچھ دکھائ دے رہا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے جو کام وہ کر کے آئ تھی وہ اس کے ذہن سے بلکل محو ہو چکا تھا۔ کچی نیند سے جاگ جانے پر اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا۔ سامعہ نے اپنے اندر ہمت پیدا کی اور دروازے کی طرف بڑھی ہلکا سا دروازہ کھولا تو پتہ چلا کہ باہر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ ایک لڑکی کو روک کے پوچھا گیا کہ کیوں بھاگ رہے ہو تو جواب ملا۔" پتہ نہیں

سب بھاگ رہے تھے تو میں بھی بھاگ آئی۔"

یہ کہنے کے بعد وہ پھر اسی طرف بھاگ گئی جدھر باقی سب جا رہے تھے۔ باھر صحن کی طرف۔

جلد ہی سب کے بھاگنے کی وجہ بھی معلوم ہو گئی۔ اور وجہ دیکھ کے سامعہ جیسی مضبوط اعصاب کی مالک لڑکی بھی اچھی خاصی بوکھلا گئی اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے اسے جاتا دیکھ رائمہ جو بیڈ سے اٹھ کر سامعہ کے پیچھے آ کھڑی ہوئی تھی وہ بھی ہڑبڑاہٹ میں ننگے پاؤں باہر بھاگی۔ ارم بھی باہر جانے لگی لیکن تب تک 'وجہ' بھی ان کے کمرے کے دروازے کے قریب آ گئی تھی اور ارم کی جیسے ہی نظر پڑی ایک دلدوز چیخ اس کے حلق سے بر آمد ہوئی اور پھر چیخوں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہوا، ساتھ ہی ارم نے سرپٹ بھاگنا شروع کر دیا یہ دیکھے بغیر کی وہ ہوسٹل سے باہر نہیں بلکہ مزید ہوسٹل کے اندر جا رہی ہے۔ یہ بات ہی اس کی جان نکالنے کے لیئے کافی تھی کہ وہ ایک چڑیل کی نظروں میں آ گئی ہے۔ اب صورتحال یہ تھی کہ ارم آگے اور چڑیل پیچھے۔

پورے ہوسٹل کے تقریباً دو چکر لگانے کے بعد ابھی تیسرا راؤنڈ لگایا جا رہا تھا کہ کہیں سے جناب سر جمال صاحب نمودار ہوئے۔ ان کی حالت زار بتا رہی تھی کہ وہ پہلے ہی

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بڑی مشکل سے چڑیل سے بچ کر نکل رہے تھے لیکن وائے قسمت کہ پھر چڑیل سے ٹکرا گئے۔ ارم کو تھوڑا حوصلہ ہوا لیکن سر جمال جو بے چارے پہلے ایک چڑیل سے بچ رہے تھے اب انہیں دو چڑیلوں سے بچنا تھا کیونکہ ارم بھی اس وقت کسی چڑیل سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ کالے گھنگریالے بال جو دن کے وقت خوبصورت لگتے ہونگے اب انتہائی خوفناک لگ رہے تھے اور اس پہ مستزاد کالے کپڑے، افراتفری میں اٹھایا ہوا اسامعہ کا سفید دوپٹہ اور ارم کا ملائی جیسا سفید چہرہ جو اندھیرے میں بھی نظر آتا۔ وہ مکمل طور پر سفید بھوتنی لگ رہی تھی۔ اب بھاگنے والوں کی تعداد میں ایک کا اضافہ ہو گیا تھا۔ آگے سر جمال اور ان کے پیچھے دو چڑیلیں۔ سر جمال تھوڑے سے عقلمند تھے کہ اس بار دوبارہ ہوسٹل کے اندر جانے کے بجائے باہر نکل آئے جہاں سب جمع تھے۔ آخری سیڑھی پر ہی ان کی ہمت جواب دے گئی۔ اور وہ ڈھے گئے۔ چڑیل صاحبہ بھی باہر آ گئی تھی۔ بے شک سر جمال کی فکر اپنی جگہ لیکن پہلے چڑیل کا معاملہ بھی تو نمٹانا تھا۔ میڈم رخسانہ ہی آگے آئی اور گرجدار آواز میں چڑیل سے پوچھا کون ہو تم۔ وہ تو شکر ہے موسم کی متوقع خرابی کے پیش نظر میڈم جلد ہی لوٹ آئی تھی۔ ورنہ جس سورما کے ذمہ ہوسٹل کی ذمہداری دے کر گئی وہ خود تو بے ہوش پڑے تھے تو ان بی چاری لڑکیوں کا کیا ہوتا۔ خیر چڑیل صاحبہ کی منمناتی ہوئی آواز آئی۔

"اف ف ششششی افشین ہوں۔"

"کیاااااااا.....؟"

تقریباً سب ہی چلائی کیونکہ افشیں کی آواز پہچانی جا چکی تھی۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے افشین ؟.."

میڈم نے غصے سے پوچھا۔ ارم اور مبین نے چور نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اگر ان کا بھانڈہ پھوٹ جاتا تو ان کی خیر نہیں تھی۔ صائمہ نہ جانے کہاں غایب تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میڈم میں نے کیا کیا ہے ؟"

کپکپاتی آواز میں معصومانہ سوال کیا گیا۔ باقی سب کو تو صدمہ ہی لگ گیا۔ مطلب کیا انداز بے نیازی تھا کی سارے ہوسٹل کی دوڑیں لگوا کے پوچھا جا رہا ہے کہ آخر میرا قصور کیا ہے۔ مطلب وہ اپنے ساتھ ہوئی کاروائی سے ابھی تک لا علم تھی۔ تبھی میڈم نے پوچھا۔

"تو پھر تم بھاگ کیوں رہی تھی۔"

"میں نے سنا کہ سب چڑیل چڑیل کہ کر بھاگ رہی تھیں اس لیے۔۔۔۔۔۔"

اب کہ سب نے اسے غور سے دیکھا ایک، دو، تین اور بس سارا ہوسٹل فلک شگاف قہقوں سے گونج اٹھا۔ پتہ نہیں ان کے قہقوں کا اثر تھا یا پھر اتنی دیر سے اپنا نظر انداز کیا جانا پسند نا آیا کہ سر جمال خود ہی اٹھ کے بیٹھ گ ئے۔ ان کی نظر جیسے ہی افشین پر پڑی وہ ایک بار پھر ریس میں حصہ لینے والے تھے بروقت میڈم رخسانہ نے پکڑ کے بٹھا دیا۔ افشین اب بھی حیرانی سے سب کو دیکھ رہی تھی تب ھی کسی نے شیشہ اس کے آگے کیا اور ادھر افشین کی چیخ نکلی۔ آنکھوں کو اتنا کالا کیا گیا تھا کہ نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔ اور باقی سارہ چہرہ لال تھا ہونٹوں پہ لپ اسٹک بھی کالی تھی اور اندر سے جھانکتے سفید دانت۔ سب ڈرتے نہ تو اور کیا کرتے۔

"تم ہوسٹل کے اندر کیوں گ ئے تھے۔"

بے شک میڈم ہوسٹل جمال کے حوالے کر جاتی تھیں لیکن اندر جانے کی اجازت انہیں بھی نا تھی۔ ہوسٹل کی بلڈنگ کچھ اس طرح تھی۔ باہر سے ایک ہی گیٹ تھا لیکن اندر ہوسٹل کی بلڈنگ الگ تھی اور میڈم کا گھر الگ۔ جمال صاحب جب بھی آتے تھے گھر میں ہی رہتے یا ہوسٹل کے دروازے کے باھر جو صحن نما ایریا تھا اس میں ٹہل کر اپنی ڈیوٹی پوری کرتے اور ہوسٹل کو اندر سے بند کر دیا جاتا۔ ایسا نہیں تھا کہ

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جمال صاحب خدانخواستہ کوئی اوباش مرد تھے لیکن میڈم لڑکیوں اور اپنی ساکھ کے حوالے سے اچھی خاصی محتاط رہتی تھی۔اس لیے گارڈ ہونے کے باوجود بھی اول تو رات کو کہیں نا جاتیں اور اگر بہت اہم فنکشن ہوتا تو جمال صاحب کو ذمہ داری دے جاتیں لیکن ہر بار سختی سے منع کیا جاتا کہ ہوسٹل کے اندر نہیں جانا۔اس لیے اب جمال کو ہوسٹل سے نکلتا دیکھ کر میڈم نے کڑے انداز میں پوچھا۔

"وہ میرے کمرے میں پانی نہیں تھا،آپ بھی اسی وقت سوئی تھیں تو جگانا مناسب نہیں سمجھا اور کچن کا نل خراب تھا باہر آیا تو ہوسٹل کا دروازہ کھلا ہوا تھا سو چا ادھر سے ہی پانی لے جاؤں۔لیکن جیسے ہی کچن میں قدم رکھا ایک نہایت خوفناک چڑیل سے سامنا ہو گیا۔میں نے باہر بھاگنا چاہا لیکن وہ بھی میرے پیچھے آرہی تھی تو راستے میں میں بے ہوش ہو گیا۔جب ہوش آیا تو دیکھا اب دو چڑیلیں ہیں اور دونوں میری طرف آرہی ہیں،میں اٹھ کر باہر کی طرف بھاگا لیکن۔۔"

جمال صاحب بھی اپنی بہن کی دبدبے والی طبیعت سے خائف رہتے تھے اس لیے دھیمی آواز میں ساری بات بتا رہے تھے کہ آخر میں پھر ہچکچا گئے۔ظاہر ہے اب اپنی بزدلی کی داستان سنانا وہ بھی پورے ہوسٹل کی لڑکیوں کے سامنے،چھوٹی بات تھوڑی نا

تھی اور وہ بھی اس حال میں کہ لڑکیوں کی شرارتی مسکراہٹیں صاف نظر آرہی ہوں۔

اصل میں ہوا یوں کہ جب جمال صاحب کچن میں پانی لینے گ ےئے تب اپنی حالت سے بے خبر افشیں بھی پانی لینے کچن میں گی ٔہوئ تھی۔ کچن کی لائٹ آف تھی افشیں نے زحمت بھی نہ کی آن کرنے کی۔ جمال نے جیسے ہی لائٹ آن کی پہلا دیدار چڑیل صاحبہ اوہ سوری افشین کا ہوا، ان کا دل، گردے، پھیپھڑے سب باہر کو آنے لگے اور ایک زوردار چیخ کے ساتھ ہی وہ خود بھی کچن سے باہر کی طرف دوڑے۔ اور افشین جو نیند میں تھی اور اچانک خود بخود لائٹ آن ہونے سے ڈر گی ٔتھی ایک مردانہ چیخ سن کر ہاتھ میں موجود گلاس پھینک کر چیختی ہوئ باہر کو بھاگی۔ اور ادھر چڑیل کو اپنے پیچھے آتا دیکھ کر جمال صاحب راستے میں ہی لم لیٹ ہو گ ےئے۔ افشیں نے انکو بے ہوش ہوتا دیکھا تو مزید زور سے چیخنے لگی اسکی چیخیں سن کر لڑکیاں بھاگ کر کمروں سے باہر نکلی اور جس سپیڈ سے باہر نکلی تھی اس سے ڈبل سپیڈ سے ہوسٹل کے دروازے کی طرف جانے لگی سب کو بھاگتا دیکھ افشیں مزید حواس باختہ ہو گی ٔ، وہ سمجھ رہی تھی کہ اس کے پیچھے کوئ ہے جسے دیکھ کر سب بھاگ رہے ہیں۔ ارم کو دیکھا تو اسے امید نظر آئ کہ ارم اسے بھی چڑیل سے بچالے گی (ارم نہ ہوئ کوئ جادو گرنی ہو گی ٔ) لیکن ارم کو بھی اپنے سے آگے بھاگتا دیکھ کر اسے ان سب کی بے وفائ پر رونا آگیا۔ اس سے پہلے کہ وہ رونا

شروع کرتی، شور سن کر باہر آنے والی "دی گریٹ میڈم رخسانہ" نے حالات پر قابو پا لیا۔

"کچھ تو خدا کا خوف کرو جمال میں ان سب کو تمہارے آسرے پہ چھوڑ گئی تھی اور تم ہی ہاتھ پیر چھوڑ بیٹھے ہوا گر میں نہ آچکی ہوتی تو تم لوگوں نے تو سارا شہر اکٹھا کر لینا تھا۔"

میڈم کو جمال کی بزدلی پر اتنی تپ چڑھی کہ سب کے سامنے ہی رگید دیا ان سے اچھی تو لڑکیاں ہی تھیں جنہوں نے اپنے ہوش قائم رکھے تھے۔جمال بھی اپنی بزدلی پر شرمندہ تھے اور اب نظریں جھکائے بیٹھے تھے۔افشین ابھی تک صدمے میں تھی۔

"افشین کے ساتھ یہ کس نے کیا۔"

میڈم نے کڑک دار آواز میں پوچھا۔ارم،اور مبین کی سانسیں اٹک گئی۔اب انہیں صائمہ بھی ایک کونے میں نظر آگئی تھی شاید وہ چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔کسی کو بھی پتہ نہیں تھا پھر بھی سب لڑکیاں چور نظروں سے انکی طرف دیکھ رہی تھیں کیونکہ پتہ تھا کہ ان تینوں کے علاوہ یہ حرکت اور کوئی نہیں کر سکتا تھا۔لیکن سب خاموش تھیں کیونکہ ان سے پنگا نہیں لینا چاہتی تھیں۔"جس نے بھی کیا وہ خود بتادو میں نے پتہ لگوالیا تو سزا دگنی ہو گی۔"ان تینوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو

اشارہ کیا اور الگ آ کھڑی ہوئی۔اس کے بعد ان تینوں کو وہ تاریخ ساز سزا ملی جسے سوچ کر وہ اب بھی ڈر جاتی لیکن الٹے کام کرنے سے باز نا آتیں۔اور افشین کو انہوں نے کیسے منایا وہ ایک الگ ہی کہانی ہے۔سزا ان تینوں کو ملی تھی لیکن تو بہ سارے ہوسٹل کی لڑکیوں نے کر لی تھی۔یہی وجہ تھی کہ اب سب ہچکچا رہی تھیں۔لیکن پھر مبین نے سب کو راضی کر ہی لیا۔

«««««•••»»»»»»

"صنم کے ابا میکوں (مجھے) تجھ سے ہک (ایک) گل (بات) کرنی تھی۔"

رات کو شوہر کے گھر واپس آنے پر جنتے نے سوچا کہ وہ بات کر ہی دے جو آج سارا دن اس کے دماغ میں گھومتی رہی تھی۔

"ہاں آکھ (بولو) کیا آکھنا (بولنا) چاہتی ہے تو۔" سلطان نے بازو کہنیوں تک چڑھاتے ہوئے بولا۔

"میں سوچ رہی تھی کیوں نہ ہنڑ (اب) طاری (عطار) کا بیاہ کر دیں۔میڈا (میرا) دل کہتا ہے اس بار اوپر والا رج کے مینہ وسائے گا (بارش برسائے گا) تے ساڈی فصل

ڈاھڈی چنگی ہو سی (اور ہماری فصل بہت اچھی ہو گی)۔" جنتے آنکھوں میں امید کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر لئے بولی۔ سلطان جو آج ہی دارے کے ریڈیو سے موسم کی خبروں میں سن کی آیا تھا کہ اس بار بارش کے امکانات کم ہیں، جنتے کی امید توڑ نا سکا اور ہنکارا بھرتے ہوئے بولا۔

"آکھتی (کہتی) تو تو ٹھیک ہے۔ لیکن صنم کے پرچے ہو جائیں تاں ہی (تب ہی) کج (کچھ) سوچیں گے۔"

بان کی چارپائی پر لیٹتے ہوئے کہا گیا۔ دوسرے لفظوں میں بات ٹالنے کی کوشش کی گئی، کیونکہ اگر اس بار بارش نہ ہوتی تو انکا بچنا بھی مشکل تھا کجا کہ کسی کی شادی کرنا۔

"لے تو بھی کمال کرتا ہے۔ میں کیہڑا کل دھمی نال جنج لے جاؤں گی (میں کونسا کل صبح سویرے بارات لے کہ جا رہی ہوں)۔ ابھی تو فصل پک کر بکے گی پھر ہو گا بیاہ، میں تاں اس لئے کہ رہی تھی کہ تو اپنا ذہن بنا گھن (بنا لے)۔ تب تک صنم کے پرچے بھی ہو جائیں گے۔"

"ہمم۔ ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔" جنتے کو کسی طور نا ٹلتے دیکھ کر سلطان نے ہامی بھری اور مزید بحث سے بچنے کے لئے یہ ظاہر کرنے لگا کہ اسے نیند آ رہی ہے اور توقع کے

مطابق جنتے خاموش ہو گئی تھی اور اکیلی مستقبل کے منصوبے بنانے لگی۔ لیکن سلطان کی آنکھوں سے نیند دور تھی۔ ایک نئی سوچ نے اسے آگھیرا تھا۔ اگر سچ مچ بارش نہ ہوئی تو۔۔۔ اور اس کے آگے سوچ ختم ہو جاتی پچھلی بار بھی کم بارشوں کی وجہ سے اناج کی کمی تھی۔ لیکن پھر یہ سوچ کر کہ ایک نہ ایک دن شادی تو کرنی ہے اور جب بھی کرنی ہے انہیں حالات میں کرنی ہے، سب کچھ اللہ کے سپرد کر کے سو گیا۔

«««««•••»»»»»»

ہوسٹل کی چھت پہ بیٹھی وہ سب ہنسی مذاق کر رہی تھی اور ساتھ میں مبین اور صائمہ کی منگوائی گئی بریانی سے انصاف کر رہی تھی۔ ویسے تو باہر سے کھانا آرڈر کرنا بھی ایک جرم تھا لیکن وہ یہ جرم اکثر و پیشتر کرتی رہتی تھیں۔

بریانی کھاتے کھاتے سامعہ کے کان میں صائمہ نے نا جانے ایسا کیا کہا کہ وہ بے تحاشا ہنسنے لگی اور ہنسی کے دوران وہ بات بتانے کی کوشش کرنے لگی لیکن ہنسی کا ایسا دورہ پڑا تھا کہ الفاظ منہ سے نکلتے ہی نہ تھے اور صائمہ بریانی کھانے میں ایسے مصروف تھی گویا آج آخری بار کھا رہی ہو۔ ہنستے ہنستے ہمت جواب دے گئی تو کرسی کے ساتھ سانس لینے کو کمر ٹکائی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ کمر کے بل زمین پر پڑی تھی اور ٹانگیں اوپر کو اٹھ

گئیں، سر نیچے اور پاؤں اوپر کی عملی تصویر بنی سب کو قہقہ لگانے پر مجبور کر گئی کیونکہ سامعہ شاید یہ بھول چکی تھی کہ کرسی کی بیک نہیں ہے۔ صنم جو سامعہ کو بے تحاشا ہنستے دیکھ کر بات معلوم نہ ہونے کے باوجود بھی ہنس رہی تھی اسکو اتنی مزاحیہ انداز میں گرتا دیکھ کر جلدی سے کرسی کھڑی ہوئی کیونکہ وہ بھی ٹوٹی ہوئی ٹانگ والی کرسی پر بیٹھی تھی، بے شک نیچے اینٹیں رکھی ہوئی لیکن انکا کیا بھروسہ۔ ہنستے ہنستے سب کے پیٹ پھٹنے والے ہو گئے تھے لیکن ہنسی تھی کہ رکنے کا نام نہ لے رہی تھی۔ سامعہ ابھی تک زمین پر بیٹھی ہنس رہی تھی۔ صرف وہی نہیں جو اوپر بیٹھی تھی وہ بھی ہنستے ہنستے کرسیوں سے نیچے گر گئی تھی۔ صنم بھی پیٹ پکڑ کے چھت کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا گئی جو اس کی کمر تک آتی تھی۔ ہنسی روکے نہ رک رہی تھی اس لیے وہ رخ ہی پھیر گئی لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا جب ہنس ہنس کر اعصاب جواب دے گئے تو دیوار پر دونوں بازو ٹکا کر ان پر سر ٹکا لیا جس سے اسکا چہرہ بازوؤں کے حلقے میں چھپ گیا۔ اس بات سے بے خبر کہ کوئی تھا جس کو اس کی یہ حرکت پسند نہیں آئی تھی۔ ٹھنڈی چاندنی رات میں کھلا کھلا سا چہرا، چہرے کے ارد گرد دھیمی ہوا سے اڑتی ہوئی لٹیں اور کھلکھلاتی ہنسی ہنستی وہ کوئی ماورائی مخلوق لگ رہی تھی۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نا تھا کہ سر پیچھے کو گرا کر ہنستے ہوئے وہ کسی اور کے ہونٹوں کی مسکراہٹ کی وجہ بن گئی تھی۔ ہنستے

ہوئے چہرے پہ آنے والی لٹوں کو جھنجھلا کر پیچھے کرتی وہ لڑکی کسی کا سکون چھین چکی تھی۔کافی ساری دیر بعد وہ ساری کچھ حد تک سنبھلیں تو صنم کہ کہنے پر محفل برساخت کردی گئی'لیکن سامعہ کے ہنسنے کی وجہ اب بھی کوئی نہیں جانتا تھا۔مگر ایک بات تو طے تھی آج کی رات سب کیلیئے یادگار تھی۔خاص طور پر روڈ پہ گاڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے شخص کیلیئے۔اور جب وہ سب ٹوٹی ہوئی کرسیوں کو اندر رکھنے کے بعد نیچے جا رہی تھی تو مدھم مدھم چلتی ہوا اور بادلوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتے چاند نے گواہی دی تھی کہ اس شخص کی ہیزل براؤن آنکھوں کے ساتھ ساتھ دل بھی اداس ہو گیا تھا۔ان کے جانے کے بعد وہ شخص بھی اپنی بلیک مرسڈیز میں بیٹھا اور چلا گیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

«««««•••»»»»»

وہ تینوں میتھس ڈیپارٹمنٹ کے باہر گراونڈ میں بیٹھی سامعہ کا انتظار کر رہی تھیں جس کی کلاس ختم ہونے میں نہ آرہی تھی۔آج ان کی ایک کلاس فری تھی اس لئے انہیں انتظار کرنا پڑ رہا تھا ویسے وہ سب ایک ہی ٹائم پہ فری ہوتی تھیں۔انتظار بھی وہ اس لئے کر رہی تھی کیوں کہ سامعہ میڈم کا آرڈر تھا کہ اس کے بغیر یونیورسٹی سے باہر قدم رکھا تو ٹانگیں توڑ دی جائیں گی۔اب وہ مجبور اُاس کا انتظار کر رہی تھی۔ صنم نے تو کوئی کتاب

پڑھنا شروع کردی تھی لیکن باقی دونوں پر اتنی سستی چھائی تھی کہ چہرے پر بیٹھی ہوئی مکھی اڑانا بھی جان جوکھوں کا کام لگ رہا تھا۔ صنم نے ان دونوں کو دیکھا اور افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔

بلآخر انکا انتظار ختم ہوا اور سامعہ باہر آتی ہوئی نظر آئی۔ ان دونوں نے پورے جوش سے نعرہ لگایا۔ "آ گئی۔" صنم جو بک میں پوری طرح مگن تھی بے اختیار دل پہ ہاتھ رکھ کر "یا اللہ خیر" کہتی کھڑی ہوئی۔ اور سامعہ کو دیکھا تو پتہ چلا کہ ان دونوں کو انرجی کی ڈوز کہاں سے ملی۔ لیکن اپنے ڈر جانے پر جھینپ مٹانے کو ہاتھ میں پکڑی کتاب ارم کے سر پہ ماری۔ لیکن ارم نے بنا کوئی نوٹس لئے جانے کی جلدی مچائی، سامعہ جو کینٹین سے کچھ کھانا چاہتی تھی وہ ارے ارے کرتی رہ گئی اور ارم اسکا ہاتھ پکڑ کر تقریباً گھسیٹتی ہوئے لے گئی اور یونیورسٹی سے باہر جا کر چھوڑا۔ انکا ہاسٹل یونی سے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ اس لئے وہ پیدل آتی جاتی تھی۔ "آج تو میں لمبببببببببببییی تان کے سوؤں گی۔ اس لئے مجھے شام تک کوئی نہ جگائے"

لمبی کو اچھا خاصا کھینچ کر کہا گیا۔

"پہلے کونسا۔۔۔"

"اور میں بہت تھک چکی ہوں اس لئے اب مجھ سے کوئی بات نہ کرے۔" سامعہ نے ابھی بات شروع کی ہی تھی کہ ارم نے بات کاٹ کر اسے خاموش کرا دیا۔ سامعہ کا منہ کھل گیا لیکن ارم نے کوئی نوٹس نہ لیا اور سیدھی چلتی رہی۔ مجبوراً وہ بھی پیر پٹختی ہوئی انکے پیچھے ہو لی۔

«««««•••»»»»»

ہوسٹل پہنچنے کے بعد ارم اپنے کہے کے مطابق سو گئی۔ صنم بھی کچھ دیر سستانے کو لیٹی کیونکہ اس کے بعد اسے آفس جانا تھا۔ وہ پارٹ ٹائم جاب کرتی تھی۔ اسکا یونیورسٹی اور ہوسٹل کا سارا خرچہ تو سکالرشپ سے نکل جاتا۔ اچھے گریڈز لینے کی وجہ سے اسے ہمیشہ سکالرشپ ملتا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ کسی پر بوجھ نہیں بنی ویسے بھی اس کے والدین کے پاس اتنے وسائل نہیں تھے کہ اسکو اتنی مہنگی یونیورسٹی میں تعلیم دلوا سکیں۔ اس لیئے وہ اپنے اخراجات خود اٹھاتی تھی بلکہ صرف اپنے نہیں گھر کی بھی آدھی ذمہ داریاں اس نے اپنے کندھوں پہ اٹھالی تھیں۔ حالانکہ نہ صرف سلطان نے بلکہ جنتے، تینوں بھائیوں اور بھابھی نے بھی بارہا سمجھایا کہ صرف اپنی پڑھائی پر توجہ دو ہماری فکر چھوڑو لیکن اسکا زم محبت سے گندھا دل اسے ایسا نا کرنے دیتا۔ اس کو اشد ضرورت

کے علاوہ پیسے خرچ کرنے کی عادت نہیں تھی اس لیے کبھی کبھی بستی کے انتہائی خستہ حال لوگوں کے لیے بھی ضرورت کا سامان لے جاتی۔اور دل میں اترتی ٹھنڈک کے ساتھ دعائیں سمیٹ کر واپس آتی۔اس نے کلائی آگے کر کے ٹائم دیکھا تو جانے کا وقت ہو گیا تھا۔اپنی مہرون چادر سنبھالی جس کے اوپر چاروں طرف کے کناروں پر چار انگلیوں جتنا چوڑا بارڈر کالے رنگ کے دھاگے سے سندھی کڑاھی سے بنایا گیا تھا اور ساری چادر پر چھوٹے چھوٹی پھول تھے۔یہ چادر اسے فیضاں نے دی تھی فیضاں کی یاد آتے ہی ایک مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر چھا گئی۔اس نے اپنا سامان سمیٹا اور سامعہ کو اپنے جانے کا بتا کر ہوسٹل سے نکل گئی۔

ابھی وہ کچھ قدم چلی ہو گی کہ اسے اپنے چہرے پر تپش محسوس ہوئی،اس کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔یونیورسٹی میں بھی گراؤنڈ میں بیٹھی ہوتی یا کلاس روم میں ہر جگہ اس قسم کے احساسات میں گھری رہتی۔لیکن آج کچھ انوکھا احساس تھا کچھ چونکا دینے والا۔ایک دو بار تو اس نے بے اختیار چونک کر آس پاس دیکھا لیکن کسی کو متوجہ نا پا کر سر جھٹک کر چل پڑی۔لیکن وہ الجھ گئی تھی۔آفس میں بھی وہ اسی الجھن میں گھری رہی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

«««««««•••»»»»»»[1]

تھر کے ریگستانوں میں رات کی ٹھنڈک سے سرد پڑتی ریت صبح کی ٹھنڈی اور طوفان جیسی ہوا کے سنگ اڑ رہی تھی۔ مشرق سے نکلنے والا سورج ایک دلفریب منظر پیش کر رہا تھا، لیکن یہی سورج دن کے وقت کس طرح آگ برساتا یہ تو تھر واسی ہی جانتے تھے۔ لیکن وہ بھی عادی تھے جہاں زندگی کے لالے پڑے رہتے ہوں وہاں سورج کی تپش کا شکوہ کس نے کرنا تھا۔ لوگ صبح سویرے اٹھتے اور اپنے کاموں میں لگ جاتے، جنتے بھی کاموں میں مصروف تھی، اور آج تو وہ بہت خوش بھی تھی کیونکہ کل سلطان کی اجازت مل گئی تھی اور سکھاں بھی واپس آ گئی تھی تو آج اسکا ارادہ سکھاں کو ساتھ لے کر فیضاں کے گھر جا کے ان سے بات کرنے کا تھا۔ اس لیئے جلدی جلدی کام نپٹانے لگی سکھاں بھی جانوروں کو چارہ ڈالنے گئی ہوئی تھی کیونکہ ابھی انکے چرنے کے لئے جانے کا وقت نہیں آیا تھا۔

"سکھاں دھی (بیٹی) کتنا کم (کام) رہ گیا ھے؟ جلدی کر دیر تھی جاسی (جلدی کر و دیر ہو جائے گی)"

1

"بس اماں ہتھ (ہاتھ) دھولوں، وت (پھر) چلتے ہیں، تو تواویں (ایسے) اتاولی ہو رہی ھے جیسے فیضاں کتھائیں (کہیں) بھاگی جا رہی ہو۔"

سکھاں ہاتھ دھونے کے ساتھ ساتھ ہنستے ہوئے بولی۔

او میڈی دھی (میری بیٹی) جب تیرا پتر (بیٹا) بڑا تھیسی (ہو گا) تب میں تجھ سے پوچھوں گی، ماؤں کو پتروں (بیٹوں) کے سر پہ سہرا دیکھنے کی وڈی (بڑی) چاہ ہوتی ہے۔ بس رب سوہنڑا نصیب چنگے (اچھے) کرے۔"

"اماں رب سوہنڑا چنگا کریسی۔ چل ہنڑ چاچے کے گھر نہیں جانا کیا۔"

"ہاں ہاں چل۔ صنم کا بابا بھی ادھر ہی آ جائے گا۔"

گھر کو اللہ کے سپرد کر کے وہ دونوں چلی گئی انہیں ایسا کوئی ڈر نہ تھا کہ کہیں ان کے گھر چور نہ آ جائیں یا ان کے ڈھور ڈنگر کوئی لے جائے۔ معاشی لحاظ سی انتہائی پستی کا شکار یہ علاقہ اور اس کے لوگ اخلاقی لحاظ سے اتنے بلند تھے کہ لا محدود وسائل و سہولیات کے عادی لوگ اگر انکے مقابلے میں لائے جاتے تو شرم سے ڈوب مرتے۔ یا شاید شرم اور ضمیر ہوتا تو اس قدر اخلاقی پستی کا شکار ہی نہ ہوتے۔ تھر واسی انتہائی مشکل زندگی کے

باوجود تھر میں ہی رہتے، ہجرت کرتے بھی تو کچھ عرصے بعد جب قحط کا موسم گزر جاتا تو واپس اپنے وطنوں کو لوٹ جاتے۔ اگر ان لوگوں نے صحرا کو آباد کیا ہوا تھا تو اسکی وجہ صرف ایک تھی کہ وہ لوگ ایک دوسرے کی طاقت تھے۔ غم کسی ایک پر آتا لیکن غم بٹانے میں سارے پیش پیش رہتے۔ نامکمل وسائل اور بغیر کسی بنیادی سہولت کے وہ چھوٹے گھروں میں رہنے والے لوگ دل بہت بڑے رکھتے تھے۔ اگر وہ صحرا میں رہتے تھے تو دل بھی صحرا جتنے وسیع رکھتے تھے جس میں ایک دوسرے کی غلطیوں کو چٹکیاں بجاتے دفنا دیتے تھے، اور صحرا جتنے مضبوط بھی تھے بے شک مشکلوں کے طوفان انہیں وقتی طور پر ریت کی مانند اڑا دیتے لیکن انہیں صحرا سے الگ نہ کر سکتے۔ لیکن ایک واضح فرق بھی تھا وہ یہ کہ انکے دل صحرا کی طرح بڑے ضرور لیکن صحرا جیسی تاحد نگاہ پھیلی آگ کی مانند جلتی ریت کے بجائے ان کے دل ایک دوسرے کی فکر میں گھلتے احساس کی نرم مٹی سے بنے تھے جو محبتوں کے نور سے روشن تھے۔

«««««««•••»»»»»»»

صنم جیسے ہی آفس سے باہر نکلی باہر چھائی کالی رات دیکھ کر اسے دھچکا لگا۔ آج کام زیادہ تھا تو وہ اتنی مصروف رہی کہ وقت کا اندازہ ہی نہ ہو سکا ابھی بھی پیون کے آنے پہ وہ اٹھ

کے آئی تھی تو پتہ چلا سب جا چکے، باہر ایک دو گاڑیاں کھڑی تھی اور کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسے پریشانی نے گھیر لیا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ ڈرپوک تھی لیکن کچھ دن سے اسے ایک لڑکا تنگ کر رہا تھا اور روز بروز اسکی حرکتیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ اپنا تماشا نہیں بنوانا چاہتی تھی اس لیئے خاموشی سے نظرانداز کر رہی تھی۔ قوی امکان تھا کہ آج بھی وہ موجود ہوتا کیونکہ آفس آتے وقت وہ اسے دیکھ چکا تھا۔ تو اتنی رات کو اکیلے پیدل جانا وہ بھی تب جب پتہ ہو کہ راستے میں بھیڑیے شکار کرنے کو بیٹھے ھیں کسی طور مناسب نہ تھا۔ اور رکشہ ادھر ملنا نہیں تھا بالفرض مل بھی جاتا تو کیا گارینٹی تھی کہ وہ اس رکشے والے سے محفوظ رہتی۔ اسے اچھی خاصی ٹینشن ہو رہی تھی۔

"کیا ہوا گھر نہیں جانا کیا؟"

وہ کشمکش میں تھی کہ کیا کرے، اچانک کان کی بلکل پاس سے آنے والی آواز پر اچھل پڑی۔ فوراً دل پر ہاتھ رکھا جیسے دل کو سنبھالنا چاہا ہو، تھوڑی دور دو بھوری آنکھیں یہ منظر دیکھ کر مسکرائیں۔ صنم نے مڑ کے دیکھا تو سامنے ارم کو کھڑا پایا۔

"تم۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

حیرانی ہی حیرانی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں تمہیں لینے آئی ہوں۔"

بڑے سکون سے جواب دیا گیا۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا اتنی رات کو اکیلی تم مجھے لینے آگئی ہو۔"

اس کی اتنی غیر ذمہ دارانہ حرکت پر اسے غصے آگیا۔

"ارے ہم بھی ساتھ ہیں۔اکیلا کون آنے دیتا تھا اس کو۔" اچانک کہیں سے دوسری دو نمونیاں بھی نمودار ہوئیں۔

"ہم نے سوچا کہ بڑی مشکل سے آج تم لیٹ ہوئی ہو تو کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے اور پیدل چلتے ہوئے جن بھوتوں کے ساتھ واک کا مزہ لیا جائے۔ لیکن مجھے لگتا ہے تمہیں جنوں کے ساتھ باتیں کرنا کچھ زیادہ ہی پسند آگیا ہے۔مزاکرات ختم ہی نہیں ہو رہے تھے۔وہ تو میں درمیان میں آگئی ورنہ تو تم نے ساری رات ادھر ہی کھڑے رہنا تھا۔"

ارم ہی ایسا شگوفہ چھوڑ سکتی تھی۔اور ایک ساتھ کئی چیزوں پہ اٹیک کرنا ارم کی ہی خصوصیت تھی۔ابھی بھی اس نے آفس جانے والے شارٹ کٹ راستے پر اور صنم کی کچھ دیر پہلے کشمکش والی حالت پر چوٹ کی۔

"میڈم سے اجازت مل گئی؟"

"ارے میری جان تمہیں تو پتہ ہے میڈم ہماری کوئی بات نہیں ٹالتی اب کیسے ٹالتی ۔؟"

سامعہ کی طرف سے نہایت ہی بکواس مذاق کیا گیا اس لیئے کوئی نا ہنسا۔ صنم کچھ لمحے ان تینوں کو دیکھتی رہی جو دیر ہو جانے پر اسے لینے پہنچ گئیں تھیں اور اب اسے محسوس نا ہو اس لیئے اوٹ پٹانگ باتیں کر رہی تھی۔ ان کی محبت پر اس کی آنکھیں نم ہوئی۔ اور ساتھ ہی ایک خوبصورت مسکراہٹ ہونٹوں پر سج گئی۔

بھوری آنکھوں نے شاید اس طرح کا دھوپ چھاؤں والا منظر پہلی بار دیکھا تھا اس لیئے مبہوت رہ گئیں۔ اور ایک کلک کے ساتھ اس منظر کو قید کر لیا۔

"چلو بھی اب۔" ارم نے پھر دہائی دی۔

"سوچنا بھی مت کہ شارٹ کٹ سے جائیں گے۔ وہ راستہ دن میں بھی ویران پڑا رہتا ہے اور اب تو پھر رات ہے۔" صنم نے سختی سے منع کیا۔ اسے پتہ تھا گر تھوڑی سی بھی نرمی دکھاتی تھرل کی شوقین ارم نے ادھر جا کر ہی دم لینا تھا۔

"تم ہمیشہ ڈرپوک رہنا۔ مجھ سے ہی کچھ سیکھ لو۔"

ارم جھنجھلا کر بولی۔ وہ پہلے ہی سوچ کر آئی تھی کہ اس ویران سے واپسی کے وقت ان سب کو ڈرائے گیا لیکن اب صنم کہ منع کرنے پر اسے پلین فیل ہوتا دکھئی دے رہا تھا۔

"میں ڈرپوک نہیں ہوں سمجھدار ہوں۔ ہم لوگ سیدھے رستے سے جائیں گے بلکہ جا رہے ہیں چلو۔"

یہ کہہ کر وہ چل پڑی تو مجبوراً انہیں بھی چلنا پڑا۔ارم بھی پیر پٹختی ان کے پیچھے چل پڑی۔وہ چاروں انجان تھی کہ ان کے پیچھے کوئی اور بھی آرہا ہے اور ہوسٹل تک ان کے پیچھے رہے گا۔ پیچھے آنے والا بھی پر یقین تھا کہ انہیں اس بارے میں کبھی پتہ نہیں چلے گا۔

«««««•••»»»»»

گاڑی ایک انتہائی خوبصورت گھر کے آگے رکی۔ چوکیدار نے فوراً دروازہ کھولا تو گاڑی آگے بڑھی۔ گاڑی کے اندر سے سوٹڈ بوٹڈ سا شخص باہر نکلا۔بیگ ملازم کو پکڑا کر خود اندر کی طرف بڑھ گیا۔ سامنے سے لڑکی نظر آرہی تھی۔ شاید نئی ملازمہ تھی۔

"سلام صاحب جی۔"اس کے اندازے کی تصدیق کی ئے جانے والے سلام سے ہو گئی تھی۔وہ پورے پندرہ دن بعد گھر آ رہا تھا اس لیئے اس نئی رکھی جانے والی ملازمہ کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ملازمہ اس کے بارے میں کیسے جانتی تھی یہ کوئی چونکنے والی بات نہیں تھی وہ اس گھر کا اکلوتا بیٹا تھا تو ظاہر ہے لاڈلا بھی تھا۔گھر میں تقریباً ہر جگہ اس کی تصویریں موجود تھی۔تصویریں موجود نہ بھی ہوتی تو اس کے ماں باپ اسکا اتنا ذکر کرتے کہ ہر نئے آنے والے نوکر کو ایک ہفتے کے اندر اندر پتہ چل جاتا کہ برہان شاہ کون ہے اور پسند ناپسند کیا ہے۔دن رات اس کے والدین کے ساتھ رہتے ہوئے وہ ان کے بارے اتنا نہیں جانتے تھے جتنا ایک مہینے میں تین بار گھر آنے والے برہان کے بارے میں جانتے تھے۔کبھی کبھی وہ ماں باپ کی اتنی محبتوں سے گھبرا جاتا۔کندھے اتنا بوجھ اٹھانے سے قاصر تھے،اس لیئے وہ ڈرتا تھا کہیں اس سے کوئی زیادتی نہ ہو جائے۔یہی وجہ تھی کہ ماں باپ کی کہی کوئی بات ٹالنا برہان کے بس کی بات نہیں تھی۔اس کا بس نہ چلتا کہ ساری دنیا اٹھا کہ ماں باپ کے قدموں میں رکھ دیتا۔اور عظیم شاہ اور شمع بیگم نے تو شاید کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ برہان شاہ کی کوئی چھوٹی سی خواہش بھی نظر انداز کر دی جائے۔برہان کو نئے ماڈل کی امپورٹڈ گاڑی چاہیئے ہوتی یا کوئی عام سی ٹی شرٹ ان کے لیئے دونوں فرمائشیں ایک جیسی حیثیت رکھتی تھی۔اتنے لاڈ پیار کے

باوجود صحیح اور غلط کا فرق واضح بتایا گیا تھا۔کسی کے ساتھ زیادتی نا کرنے، بڑوں کا ادب کرنے اور دوسروں کی عزت نفس کا خیال رکھنے کا درس بچپن سے پڑھایا گیا تھا۔اس لیے اپنے بزنس سرکل میں رعب دار شخصیت اور غصے کا تیز مشہور ہونے کے باوجود کبھی کسی کی انا کو ٹھیس نہیں پہنچائی تھی پھر چاہے وہ آفس کا مینیجر ہوتا یا پھر چوکیدار۔

"مما کہاں ہیں؟"آتے ہی شمع بیگم کے بارے میں پوچھتا تھا۔

"جی وہ اپنے کمرے میں ہیں۔"اسکی رعب دار شخصیت کا اثر تھا یا پھر ملازمہ کا کسی کے گھر کام کرنے کا پہلا تجربہ تھا کہ آواز کانپنے لگی۔

برہان نے اس کو غور سے دیکھا صاف رنگت کی اچھی خاصی خوبصورت لڑکی تھی۔عمر پندرہ سولہ سال کی لگ بھگ تھی۔اسے دیکھ کر وہ عجیب سے احساس میں گھر گیا۔

"میں جاؤں صاحب جی۔؟"اسی کپکپاتے لہجے میں پوچھا گیا شاید وہ اس کی نظروں سے کنفیوز ہو گئی تھی۔اس نے خود کو کوسا اور سر ہلا کر اسے جانے کا عندیہ دیا اور وہ ایسے بھا گی گویا پیچھے کتے لگے ہوں۔وہ اس کی رفتار دیکھ کر ہنس پڑا۔اور مما کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

شمع بیگم نماز پڑھ رہیں تھیں۔وہ بیڈ پہ بیٹھ گیا۔انہوں نے دعا مانگی اور کچھ پڑھ کر برہان پہ پھونک ماری اور اسکی پیشانی چومی۔

"کیسا ہے میرا چاند؟"

آپکا چاند بالکل ٹھیک ہے۔بالکل فٹ۔"اس نے انہیں کے انداز میں جواب دیا تو ہنس دیں اور اس کی سر پہ ہلکی سی چپت لگائی

"بہت شریر ہو گئے ہو۔اور بیٹا کتنی مرتبہ بولا ہے اللہ کا شکر ادا کیا کرو۔الحمد للہ بولا کرو۔"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اوہ۔پھر بھول گیا۔سوری ماں۔"وہ پیار سے انہیں ماں بولتا تھا۔جانتا تھا کہ اس طرح پکارنے پر اس کی ماں دل و جان سے متوجہ ہو جاتی تھی۔اور ناراضگی جھٹ سے اڑن چھو ہو جاتی۔اب بھی یہی ہوا تھا۔

"ماں کی کمزوریاں ڈھونڈی ہوئی ہیں۔"انہوں نے برہان کا کان پکڑ لیا وہ الگ بات ہے کہ اسے درد بالکل نہیں ہو رہا تھا بلکہ ایسا لگ رہا تھا کان سہلایا جا رہا ہے۔

ارے مما جس طرح آپ سزا دیتی ہیں میرا دل کرتا کہ ہر وقت آپ کو تنگ کرتا

رہوں۔اور ہر وقت آپ میرا کان پکڑتی رہیں۔آپ کان پکڑتی ہیں تو مجھے لگتا جیسے اتنے دن جو اپنے بزنس پارٹنرز کی چک چک سن کے میرے کان پک گئے ہیں وہ ساری تھکاوٹ دور ہو گئی ہو۔"

"برہان۔بیٹا کب تک ایسا چلتا رہے گا۔ابھی سے بزنس میں پھسا لیا ہے خود۔اللہ کا دیا اتنا ہے کہ تمہیں کمانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔پھر کیوں خود کو ہلکان کرتے ہو۔"

اس نے جانے انجانے میں اپنے پاؤں پہ خود کلہاڑی ماردی تھی۔اس لیے جلدی سے بولا۔

"بس کچھ ماہ اور لگیں گے سارا بزنس ایک بار ادھر پاکستان میں شفٹ ہو جائے تو پھر روٹین بن جائے گی۔آپ پریشان نا ہوں۔یہ بتائیں کہ آپ کے مجازی خدا نظر نہیں رہے کدھر گئے ہیں۔ نظر رکھا کریں ان پہ یہ نا ہو کہیں کسی اور حسینہ کی زلفوں کے جال میں پھنس جائیں۔"

ان کا دھیان بٹانے کی کامیاب کوشش کی گئی تھی۔اس بار بھی کان کسی کی پکڑ میں آچکا تھا لیکن گرفت نرم نہیں تھی۔اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو عظیم صاحب کا چہرہ نظر آیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"تم میری بیوی کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہو۔ شرم نہیں اُتی۔ تم تو میرے پارٹنر تھے۔ پارٹی بدل لی۔"

بچوں والے انداز میں ناراضگی ظاہر کی گئی تھی۔

"ارے شاہ صاحب۔ آپ کب آئے۔"

کان توان کی گرفت سے نکلوا لیا گیا تھا۔ لیکن کندھے پر ماں کی طرف چپت لگی تھی ساتھ میں تنبیہ بھی۔

"شرم کرو بابا ہیں تمہارے۔"

بہت دیر اسی طرح کی باتیں اور باپ بیٹے کے درمیان نوک جھوک جاری رہی۔ شاہ ولا کے درودیوار جوان کی محبتوں کے گواہ تھے وہ بھی انکی خوشیوں پر خوش لگ رہے تھے۔

«««««‹•••›»»»»

"فیضاں۔ او فیضاں کتھاں (کہاں) ہے تو"

فیضاں کا بھائی بھاگتا ہوا آیا۔ فیضاں جو کمرے میں بیٹھی صنم کے لیے سوٹ بنا رہی تھی۔ بھائی کے اتنے تیز آواز دینے پر فیضاں گھبراتی ہوئی بھاگ کر باہر جانے لگی لیکن تب

تک سانول اندر آگیا تھا۔

"کے تھی گیا ہے بھرا" (کیا ہو گیا ہے بھائی)۔

"فیضاں سنا ہے اج تیڈی شادی کی تاریخ پکی کرنے آرہے ہیں چاچی اور بھرجائی"

سانول نے خوشی سے کہا۔

"فیضاں تجھے پتہ نہیں ہے کہ میں کتنا خوش ہوں۔ تو کنوار (دلہن) بنے گی۔ تجھے پتہ ہے مجھے اس دن کا بہت انتظار ہے جڈاں (جب) تو کنوار بنڑسیں (دلہن بنو گی)۔"

"ہاں ہاں میکوں (مجھے) سب پتہ ہے۔ پر مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ یہ خوشی میڈی (میری) شادی سے زیادہ کسی اور کے آنے کی ہے۔"

فیضاں نے جیسے اسکی چوری پکڑی۔

"چل جھلی۔ توتاں کملی تھی (پاگل) گئی ہے۔"

سانول نے سر جھٹکا۔

"لالا تو ادھر آ۔" وہ اسے بازو سے پکڑ کر چارپائی کے پاس لے گئی جہاں وہ کام کر رہی تھی۔

"فیضاں۔میں تجھے خوشخبری دینے آیا تھااور تونے مجھے باتوں میں لگادیا۔اب یہ کیادکھا رہی ہے مجھے۔"

سانول جھنجھلاتاہوابولا۔

"لالا۔توبس یہ بتاکہ سوہنڑاہے کہ نئ۔"فیضاں سوٹ اس کے ہاتھ میں دیتی ہوئی بولی۔

"میکوں کیاپتہ سوہنڑاں ہے کہ نئ۔یہ سب توعورتوں والے کم ہیں۔"

"ہنڑ(اب)میں کہوں ناکہ یہ سوٹ میں نے صنم کے واسطے بنایاہے تب توبڑاپتہ چلے گا۔چل بتانااس کوسوہنڑالگسی(لگے گا)یانئ۔"فیضاں نے لاڈسے پوچھا۔

"بہوں(بہت)سوہنڑاں لگسی۔"

سانول نے کھوئے ہوئے انداز میں گہرے سبز رنگ کے لباس کودیکھ کر کہا جس پر فیضاں نے سرخ رنگ کے دھاگے سے نئے سیکھے ہوئے ٹانکے کے بیل بوٹے بنائے ہوئے تھے۔

"سانول لالا۔کب تک دل کی بات دل میں رکھے گا۔صنم کوبتاتاکیوں نہیں ہے۔میں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تو کہتی ہوں سیدھا اماں ابا سے بات کر۔تاں تیڈی بات پکی ہو جاسی۔"

فیضاں نے اپنے بھائی کو کھویا ہوا دیکھا تو مشورہ دیا۔

"نا فیضاں نا۔میں اس کو کبھی اپنڑے (اپنے) دل کی بات نہیں بتاؤں گا۔وہ پڑھی لکھی شہروں میں اچھی تے سوکھی (آسان) زندگی گزارنے والی اور کتھاں (کہاں) میں ان پڑھ تے جاہل، خوابوں میں آنے والی پریوں جیسی دکھتی ہے وہ اور میں۔۔۔۔"

شاید بات مکمل کرنے کی ہمت نہیں تھی اس لیئے استہزائیہ ہنسی میں بات کو چھپا لیا۔

"لالا۔تو صنم کو ایسا سمجھتا ہے کہ وہ شکل پہ مر مٹنے والی ہو سی۔اس نے تاں کبھی کسی بے جان شے کو برا نہیں کہا۔اور تو تو اتنا سوھنڑا کڑیل جوان ہے۔" فیضاں نے ایک اور کوشش کی۔

"گل صرف شکل صورت کی نئی ہے۔میں سارا دن دھپ (دھوپ) میں سڑ سڑ (جل جل) کے صرف اتنا کماتا ہوں کہ سارا ٹبر (گھر والے) دو وقت کا کھانا کھائے، میں ساری زندگی کماؤں ناتاں وی جیسی زندگی وہ گزارتی ہے ویسی آدھی بھی نا دے پاؤں۔ میں اس کے لائق نئی ہوں۔ویسے بھی وہ اتھاں (یہاں) نئی رہ پائے گی۔"

وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"لالا۔ یک دفعہ بات تو کراماں ابا سے۔ مجھے پکا یقین ہے۔ چاچا ابا کی بات نئی ٹالے گا۔ تے رہ گئی صنم۔ تاں اس کی ذمہ واری (ذمہداری) میڈی۔ اور تجھے پتا ئی ہے کیا صنم نے ساڈی (ہماری) بستی کے لئے کیا کیا خواب دیکھے ہیں۔ اس کا تو یہی مطلب ہے نا کہ وہ ایتھئیں (ادھر ہی) رہے گی۔"

فیضاں نے ایک اور دلیل پیش کی۔

"فیضاں میڈی بھینڑ (میری بہن) تو بہت بھولی ہے۔ ہمارے بھلے کے لئے کم کروانے اور خود ادھر رہنے میں بہوں (بہت) فرق ہوتا ہے۔ میکوں (مجھے) پتہ ہے کہ صنم بہوں چنگی (بہت اچھی) ہے تب ھی تو میڈا دل اسکو چاہتا ہے۔ اور میکوں یہ وی پتہ ہے کہ چاچا کبھی منع نئی کرے گا اور صنم بھی چاچے کی پگ اونچی رکھنے واسطے کبھی انکار نئی کرے گی۔ پر میکوں یہ وی (بھی) پتہ ہے کہ اس کے لئے ادھر رہنا بہوں اوکھا (مشکل) ہے. اور جس کو چاہا جائے اسکو اوکھائی کرتے بھاویں (چاہے) دل روئے یا خوش ہو۔ جس کو دل چاہتا ہے نا تو پھر وہ پاس ہو یا دور دل اس کو ہر ویلے (ہر وقت) خوش دیکھنا چاہتا ہے۔ ایہا (یہی) سچی محبت ہوتی ہے۔ پر تو جھلی نئی سمجھے گی۔ چل باہر جا

اور اپنے ساوروں (سسرالیوں) کے کھانے پینے کا بندوبست کر۔"

اس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے وہ باہر نکل گیا۔

«««««•••»»»»»

آج وہ ایک این۔جی۔او میں آئی تھی۔ وہ ایک فلاحی ادارہ تھا جو پسماندہ علاقوں میں لوگوں کو سہولیات پہنچاتا تھا۔ اور وہ بستی میں موجود ایک سرکاری سکول کے لئے ٹیچرز کے لئے بات کرنے آئی تھی۔ جو نجانے کسی سیاست دان نے ووٹ لینے کے لئے بنوایا تھا یا پھر اپنے حلقے میں واہ واہ کروانے کیلیئے۔ سکول تو بن گیا لیکن صنم نے آج تک اس میں کوئی ٹیچر یا بچہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ کم از کم شروعات کیلیئے دو تین ٹیچرز کا ہی انتظام ہو جائے تاکہ جن بچوں کی عمر سکول جانے کی ہے انکا وقت ضائع نہ ہو۔ اس نے اپنے طور پہ بھی ڈھونڈنے کی کوشش کی لیکن اتنے دور دراز کے علاقے میں کوئی جانا نہیں چاہتا تھا وہ بھی تب جب تنخواہ بھی معقول نا ہو اور نا ہی کوئی اضافی سہولیات ہوں۔ اسے ایسے لوگوں کی ضرورت تھی جو دل سے کام کرتے۔ اس لیئے وہ اس این جی او میں آئی تھی۔ کافی دنوں سے آنا چاہ رہی تھی لیکن یونیورسٹی کے ساتھ جاب کی وجہ سے وقت نہیں ملا۔ آج دو کلاسز فری تھی تو وہ فوراً آ گئی۔ وہ ویٹنگ ایریا میں بیٹھی

این جی او کی ہیڈ کا انتظار کر رہی تھی۔ارم اس کے ساتھ آئی تھی۔ویسے تو صنم نے جہاں بھی جانا ہوتا تینوں کی کوشش ہوتی کہ وہ ساتھ جائیں لیکن آج سامعہ کی کوئی کلاس فری نہیں تھی اور رائمہ کو بخار تھا۔

"صنم۔"ارم نے سرگوشی کی۔

"ہمم۔"سوچوں میں گم صنم نے چونک کہ جواب دیا۔

"مجھے لگتا ہے کہ انہوں نے ہمیں ایسے ہی خوامخواہ بٹھایا ہوا ہے۔کوئی میٹنگ ویٹنگ نہیں چل رہی۔ہیڈ ہم سے ملنا ہی نہیں چاہتی۔"کافی دیر سے انتظار کر کر کے ارم اب تھک چکی تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے ارم۔ جھوٹ کیوں بولیں گے یہ لوگ۔"

"ارے تمھیں نہیں پتہ این جی اوز کھولتے تو یہ لوگ فلاحی کاموں کے نام پر ہیں لیکن کام وام کوئی نہیں کرتے بس دکھاوا کرتے ہیں۔اور ہمارے پاس تو کوئی ریفرینس بھی نہیں ہے۔"

بات تو سچی تھی لیکن صنم نے امید کا دامن نا چھوڑا اور چپ ہو گئی۔لیکن وہی ہوا جو ارم

نے کہا تھا۔پہلے تو کافی دیر انہیں بلایا ہی نہیں گیا جب بار بار جا کے پوچھا گیا تو انہیں آفس میں بلا لیا گیا لیکن ہیڈ کے بات کرنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ ان پر احسان کر رہی ہو۔ارم کو تو تپ چڑھ گئی۔اور بازو چڑھاتے ہوئے بولی۔

"اگر آپ نے ہمارا کام نہیں کرنا تھا تو پہلے ہی بتا دیتی ہمیں باہر بٹھا کر ہمارا ٹائم کیوں ویسٹ کروایا؟"

"ٹائم تو میرا ویسٹ ہوا ہے۔تم لوگوں سے بات کرنے میں۔پتہ نہیں کہاں کہاں سے اٹھ کے آجاتے ہیں۔"

ہیڈ نے بھی اپنا اصلی چہرہ دکھا ہی دیا۔

"ارے کیا بات کی ہے آپ نے۔ٹائم تو ان کا ویسٹ ہوتا ہے جن کے پاس کوئی کام ہو۔تم لوگ تو یہاں بیٹھ کر مفت کی روٹیاں توڑتے ہو۔"

ارم نے بھی سارے لحاظ بلائے طاق رکھے اور تڑاخ کر جواب دیا۔صنم جو کب سے ارم کو چپ کروانے کی کوشش کر رہی تھی اس نے جب دیکھا کہ بات بگڑ رہی ہے تو ارم کو بازو سے پکڑا اور اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے باہر لے گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

باہر جا کر ارم نے زور سے اپنا بازو چھڑوایا اور بولی۔

"کیوں لے کے آگئی تم۔ اچھی طرح بتانے تو دیا ہوتا اس ڈائن کو کہ ارم ہے کیا چیز۔ ارے مجھے تو یہ سمجھ نہیں آرہی کہ اکڑ کس بات پہ رہی تھی وہ۔"

ارم ابھی تک غصے میں تھی۔ اسے یہ بات ہضم ہی نہیں ہو رہی تھی کہ اتنا انتظار کرنے کے بعد بھی انکا کام نہیں ہو سکا۔

"کام ڈاؤن ارم۔"

ارم کو کسی طور ٹھنڈا نہ ہوتا دیکھ کر مجبوراً صنم کو چیخنا پڑا۔

"کام ڈاؤن۔ ابھی تو شروعات ہے۔ میں نے جو کام شروع کیا ہے وہ ایک دو دن میں ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اور نہ ہی فوراً شروع ہو جانے والا ہے۔ ابھی تو ایسے بہت سارے لوگوں سے واسطہ پڑنا ہے ہمارا۔ ہم اس طرح ٹیمپر لوز نہیں کر سکتے۔"

ارم نے سر اثبات میں ہلایا اور بولی۔ "سوری میں اوورری ایکٹ کر گئی تھی۔ لیکن تم یہ بھی تو دیکھو کہ وہ کس طرح بات کر رہی تھی۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"دفعہ کرو۔ چلو چلتے ہیں کافی دیر ہو گئی ہے وہ دونوں بھی پریشان ہو گئی ہوں گی۔"

صنم نے اسے حوصلہ دیا۔ حالانکہ وہ خود بھی پہلے قدم پر ہی اس طرح کے حالات دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔ لیکن اسے خود پر قابو پانا آتا تھا۔ اور اسے خود پر قابو پانا ہی تھا بہت کچھ برداشت کرنا تھا۔ تبھی وہ اپنی منزل تک پہنچ سکتی تھی۔ ابھی بھی وہ اندر سے بھت پریشان تھی لیکن اسکا چہرہ ہر احساس سے عاری تھا۔ واحد آنکھیں تھی جو اندر کی حالت بتا رہی تھیں مگر یہ بات بھی سچ ہے کہ آنکھیں پڑھنے کا فن سب لوگ نہیں جانتے۔

«««««««•••»»»»»»

وہ اپنے آفس میں بیٹھا تھا جب آفس کا دروازہ مخصوص انداز میں بجایا گیا۔

اس نے چونک کر دروزے کی جانب دیکھا۔ اور اندر آنے کی اجازت دی۔ آنے والے کو دیکھ کر خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات سے بولا۔

"زاوی تم۔ تم کب آئے؟۔"

"بس تمہاری یاد نے اتنا تنگ کیا کہ مجھ سے رہا نہیں گیا اور آگیا ملنے۔"

آنے والے نے دونوں بازو کھولتے ہوئے کہا اور بات کے اختتام پہ اسے کھینچ کے گلے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لگایا۔

"میری یاد یا بھابھی کی یاد۔ارے ہاں بھابھی سے یاد آیا اڑتی ہوئی خبر سنی ہے کہ ایک بار پھر تمہاری شادی کی بات چل نکلی ہے"

وہ چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولا اور زاویار کو بھی اشارہ کیا۔زاویار نے ٹھنڈی سانس بھری ۔انتہائی معصوم شکل بنائی اور کہا۔

"ہماری اتنی اچھی قسمت کہاں۔موصوفہ کا ارشاد ہے کہ شادی تب تک نہیں ہوگی جب تک انکی پڑھائی مکمل ناہو جائے۔"

اسنے دو کافی کا بولنے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو کیا غلط کہا ہے۔بھابھی بہت عقلمند ہیں انہیں پتہ ہے شادی کے بعد تم نے انہیں پڑھنے ہی نہیں دینا۔"

برہان نے بھی مبالغہ آرائی سے کام لیا۔حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ زاویار خود پڑھائی کے معاملے میں بہت سخت ہے۔اس نے خود ہی سامعہ کی پڑھائی مکمل ہونے تک شادی ملتوی کروا رکھی تھی ورنہ زاویار کی ماں تو ہتھیلی پہ سرسوں جمائے بیٹھی تھی

اسلئیے ہر چھ سات ماہ بعد اس کی شادی کا شوشا چھوڑا جاتا جسے زاویار بڑی آسانی سے دبا دیتا۔اب تو بات کو مزاح کا رنگ دینے کے لیئے اس نے سامعہ کا نام لیا تھا۔

"تم یہ بتاؤ کہ تمہارا کب تک گھوڑی چڑھنے کا ارادہ ہے بلکہ گھوڑی چڑھنے کے لیئے پہلے ایک عدد لڑکی کی ضرورت ہوتی ہے اور مجھے پکا یقین ہے کہ یہ نیک کام تم نے اب تک نہیں کیا ہو گا اس لیئے میں نے ایک اچھی سی سگھڑ اور انتہائی خوبصورت لڑکی تمہارے لیئے ڈھونڈی ہے۔ کہو تو ملوا دوں۔"

زاویار کے بر عکس فیل ہو چکے تھے اور اسکا پورا ارادہ تھا برہان کا ہارٹ فیل کروانے کا۔ اسکی بات سن کر برہان جو چئیر پہ ٹیک لگا کے بیٹھا تھا یکدم جھٹکا کھا کر آگے ہوا۔

"کیاااا۔لڑکی۔۔میرے لئے۔۔تم نے ڈھونڈی ہے۔۔ایکلکک منٹ۔۔تم نے وہی کہا ہے نا جو میں نے سنا ہے؟تم نے اپنا فلی اسٹیبلشڈ بزنس چھوڑ کے رشتے کروانے والا کام کیوں شروع کر دیا۔"

ایک سیر تھا تو دوسرا سوا سیر۔وہ اپنی چئیر سے اٹھ کے اس کے پاس آیا اور اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولا۔

"تمہیں بزنس میں کوئی لاس ہو گیا تھا تو مجھے بتاتے میرے یار۔میں تمہارے لئے سب کرتا۔تم کیوں خالہ رشیدہ بن گئے۔اب بھی کچھ نہیں بگڑا تم ابھی کام چھوڑا میں تمہیں پیسے دے رہا ہوں نیا بزنس شروع کرو۔اور یہ بالکل مت سمجھنا کہ میں خیرات دے رہا ہوں۔ادھار سمجھ کے لو اور جب تمہارے حالات ٹھیک ہو جائیں تو واپس کر دینا"

برہان شاہ نے باقاعدہ چیک کاٹ کی زاویار کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔اور زاویار حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔جب بات اسے سمجھ آئی تو اس نے پیپر ویٹ اٹھایا اور برہان کو دے مارا۔برہان فوراً جھک گیا ورنہ آج تو اس کا سر قلم ہو جاتا۔

وہ دونوں بھول چکے تھے کہ وہ اسوقت آفس میں موجود ہیں۔میز کے آس پاس گھومتے گھومتے ان دونوں نے آفس کا نقشہ بگاڑ دیا۔زاویار نے ٹیبل پر موجود ساری فائلز ایک ایک کر کے برہان کو دے ماری تھی۔برہان تو بچ بچا گیا لیکن صفحے سارے بکھر گئے۔وہ برہان شاہ جو اپنے پارٹنرز کو صرف ایک بار غصے سے دیکھ کر گڑبڑانے پر مجبور کر دیتا تھا آج اپنے دوست کے ساتھ بچوں کی طرح لڑ رہا تھا۔اور زاویار کو اسکے قہقہے مزید تپش دلا رہے تھے۔اسی اثناء میں پیون کافی لے کر آگیا اور ان دونوں کو دیکھ کر شاکڈ رہ گیا۔اصل جھٹکا تو اسے آفس کی حالت دیکھ کر لگا۔ہمیشہ اپنے ساتھ ساتھ اپنی چیزوں کو بھی

ٹپ ٹاپ رکھنے والے برہان کا آفس اس وقت اجڑے گلستان کا منظر پیش کر رہا تھا۔

پیون کو دیکھ کر وہ دونوں اپنی اپنی جگہ رک گئے۔ برہان نے اس سے کافی لے کر ٹیبل پر رکھی اور اسے واپس بھیج دیا۔اور یہی وہ وقت تھا جب زاویار نے اسے گردن سے پکڑا۔

"ہاں اب بتا۔کیا کہہ رہا تھا تو۔خالہ رشیدہ، بزنس لاس اور وہ ادھار وغیرہ۔۔۔"

"ارے ارے۔میں تو مذاق کر رہا تھا۔تو تو میرا جگر ہے۔ گردن تو چھوڑ۔"

برہان برا پھنسا تھا۔

"پہلے سوری بول۔"

زاویار نے شرط رکھی۔

"اچھا اچھا۔سوری۔"

"اب بول کہ زاویار بہت اچھا ہے۔ مجھ سے زیادہ جینئس ہے۔"

ایک اور شرط۔

"دیکھ زاویار میرے یار۔ مما کہتی ہیں جھوٹ نہیں بولتے۔"

"جلدی بول"

زاویار نے گردن پر دباؤ بڑھا دیا۔

برہان کو بولنا پڑا۔تب جا کر کہیں اسکی گردن آزاد ہوئی۔

"اب کافی پیو گے یا میں واپس بھجوا دوں" مصنوعی غصے سے کہا گیا

زاویار نے کافی اٹھالی۔اور کہا

"تمہارے لیے لڑکی ڈھونڈی تھی بالکل تمہارے ٹائپ کی۔لیکن اب مجھ سے کوئی امید مت رکھنا۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

برہان نے سر جھٹک دیا۔ہونٹوں پر خوبصورت مسکان سجی تھی۔

اور آنکھیں۔آنکھوں کی چمک تو سو چراغوں کی روشنی کو مات دے رہی تھی۔

"ایک کام تو اچھا ہو گیا۔جو چیک تو نے مجھے دیا ہے نا اس سے میں اپنی شادی کی شاپنگ کروں گا۔"

زاویار چیک کھولتے ہوئے بولا۔لیکن جیسے نظر پڑی اسکا منہ ایسے بنا جیسے کڑوا بادام کھا لیا ہو۔اسکے چہرے کے زاویے دیکھ کر برہان جو کافی دیر سے اپنی مسکراہٹ روک کے

بیٹھا تھا کھل کے ہنس پڑا۔ کیونکہ چیک پہ صرف چھ سات زیرو تھے اور کچھ بھی نہیں۔

"میری حسرت ہی رہے گی تیرے پیسوں سے کچھ لینے کی۔"

اور برہان ایک بار پھر ہنس دیا اور کافی کا کپ منہ سے لگا لیا۔

«««««•••»»»»»

"گل (بات) تو تیری ٹھیک ہے جنتے۔ بات پہلاں (پہلے) ہی پکی ہے تاں (تو) ہنڑ شادی میں دیر چنگی (اچھی) نئی۔ دھیاں (بیٹیاں) تو پرایا دھن ھوتی ہیں ہک (ایک) دن تو بیاہنی پڑتی ہیں۔ جتنا جلدی یہ فرض پورا ہو جائے اتنا چنگا (اچھا) ہوتا ہے۔ سچ پچھ تو ہنڑ میں وی (بھی) جلدی سے فیضاں کو بیاہنا چاہتی ہوں۔"

فیضاں کی ماں نے جنتے کی بات کا جواب دیا۔ اب وہ بھی اپنی بیٹی کو اب بیاہ دینا چاہتی تھی لیکن بیٹی کی ماں ہو کے خود پہل کرنا انہیں اچھا نئی لگ رہا تھا اس لئیے اب تک خاموش تھی۔ اب بات شروع ہوئی تو وہ اظہار کیے بنا نا رہ سکی۔

"بس پھر دیر کا ہے کی۔ چاچا اب تو بتا دے کہ کیڑے دن (کس دن) میں اپنی دیورانی کو لینے آؤں۔"

سکھاں بھی خوشی سے بولی۔

"او میڈی دھی (او میری بیٹی) اتنیجلدی کیا ہے۔"

سکھاں کا باپ بولا۔

"جلدی کتھاں (کہاں) ہے بھرا (بھائی)۔ تیاری میں بھی کتنا وقت لگے گا۔ اور اساں (ہم) کوئی کل تو نئی آرہے نا۔"

جنتے نے سکھاں کی بات کو پکا کرنا چاہا۔

"چلو پھر جیسے تساں کو (تم کو) ٹھیک لگے۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بالآخر بات مان لی گئی۔ عارضی طور پر فیصلہ کیا گیا کہ دوماہ میں تیاری کر لیں اس کے بعد حتمی تاریخ صنم سے پوچھ کر رکھی جائے گی۔ تاکہ اس کے پیپرز کے درمیان کوئی مسئلہ ناہو۔ جتنی اہمیت اسے ملتی تھی پوری بستی میں شاید اتنی کسی اور ملتی ہو۔ اور ملتی بھی کیوں نا ساری بستی والوں کے ہر دکھ میں سب سے پہلے ساتھ کھڑی ہونے والی لڑکی وہی تھی۔ وہ بستی میں موجود ہوتی تو ایسا لگتا جیسے عید ہے اور وہ موجود نا ہوتی تو بچہ بچہ اسکی واپسی کا انتظار کرتا۔ کیونکہ وہ صنم تھی۔

«««««•••»»»»»

ہوسٹل کے روم میں صنم اپنے کپڑے بیگ میں رکھ رہی تھی چہرہ موڈ کی خرابی کا پتہ دے رہا تھا حالانکہ ایسا ہونا نہیں چاہیے تھا کیونکہ وہ گھر جا رہی تھی اور گھر جاتے وقت اسکی خوشی دیکھنے لائق ہوتی تھی۔ رائمہ اور ارم اپنے اپنے بیڈ پر بیٹھی ایک نظر صنم پہ ڈال لیتی اور ایک نظر ایک دوسرے پر۔ سامعہ اس سب سے بے نیاز موبائل پہ گیم کھیل رہی تھی۔

ارم نے رائمہ کو اشارہ کیا اس نے نفی میں سر ہلایا۔ پھر ارم اٹھ کی سامعہ کے پاس جا بیٹھی اور اسے ٹہوکا دیا۔ لیکن وہ گیم کھیلنے میں اس طرح مگن تھی کہ ٹس سے مس نا ہوئی۔ ارم نے ایک بار پھر اسکا بازو ہلایا لیکن کوئی فائدہ ہوتا نظر نا آیا تو ارم نے اسکا سر پکڑ کر گھما ڈالا۔ گیم تو آؤٹ ہونی ہی تھی ساتھ ہی سامعہ بھی آؤٹ ہو گئی۔ کرکٹ والا آؤٹ نہیں دماغ سے آؤٹ۔ وہ اس طرح کہ اس نے بھی ارم کا سر پکڑا اور تسلی سے اچھی طرح گھمایا۔ اور پھر اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی اس پر تکیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔

"بچاؤ مجھے پاگل ہو گئی ہے سامعہ۔"

ارم کی چیخ وپکار نے بھی سامعہ پر کوئی اثر نا کیا۔

رائمہ نے جلدی سے آ کے ان دونوں کو الگ کیا۔

"ہم نے صنم کو منانا تھا اور تم دونوں آپس میں ہی لڑ رہی ہو۔ کبھی تو لڑائی کو سائڈ پہ رکیا لیا کرو"

رائمہ نے دونوں کو سناڈالی۔

"اتنی مشکل سے میں لاسٹ سٹیج تک پہنچی تھی اس نے آؤٹ کروادیا۔"

سامعہ بھی غصے سے بولی۔

"تم دونوں تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو جاؤ۔ پلیز"

پھر رائمہ نے صنم کی طرف رخ کیا اور بولی۔

"صنم۔ سوری نا پلیز مان جاؤ۔ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ پلیز"۔

"ہوا کیا ہے کوئی مجھے بھی بتاؤ۔"

ابھی تک سامعہ بھی بے خبر تھی۔"وہ یونیورسٹی میں فنکشن ہے ناتو۔۔۔"

"ہاں وہ جو کل ہے؟ ارے اسکا تو مجھے پتہ ہے۔ لیکن اسکا صنم کی ناراضگی سے کیا تعلق ہے۔"

ابھی رائمہ کی بات پوری نہیں ہوئی تھی اور سامعہ نے اسے ٹوک دیا۔ سوال وجواب سب ایک ساتھ شروع کردیئے

"میں وہی بتانے لگی تھی۔"

رائمہ نے چبا چبا کے کہا۔

"اچھا بتاؤ"

سامعہ کھسیانی ہوکر بولی۔

"ہم نے صنم کا نام سنگنگ میں لکھوادیا تھا سوچا تھا کہ کچھ دیر اسے تنگ کرکے بعد میں کینسل کروادینگے لیکن ہم بھول گئے۔ کل فنکشن ہے اور اب نام کینسل نہیں ہو سکتا۔ صنم کو پتہ بھی نہیں تھا تو اس نے تیاری بھی نہیں کی۔"

رائمہ شرمندہ شرمندہ سی بتانے لگی۔

"یہ کونسی بڑی بات۔ سنگر تم لوگوں کے سامنے موجود ہے اور تم لوگ پریشان ہو۔ میں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تیار کروا دیتی ہوں"

سامعہ نے اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہوئے اپنے خدمات پیش کیں۔ جس پر ارم برے برے منہ بنانے لگی اور رائمہ نے تو اسے ہوا میں اڑنے سے پہلے ہی زمین پر لا پٹخا۔

"ہم نے آڈینس کو اینٹرٹین کرنا۔ عوام کو بے ہوش نہیں کروانا"

سامعہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئی اور بولی۔

"تم لوگ اس قابل ہی نہیں ہو کہ تم لوگوں کے ساتھ ہمدردی کی جائے۔"

رائمہ نے اسے بھاڑ میں جھوکا اور پھر صنم کی طرف متوجہ ہوئی۔

"پلیز یار ہمارے لیے پہلی اور آخری بار کر لو۔ پکا پرامس آئندہ کبھی ایسا نہیں کریں گے۔ اگر تم نے پرفارم نا کیا تو سر سے ہماری بہت انسلٹ ہو گی۔ پلیز"

وہ سچ میں بہت پریشان تھی۔ اس لیے اس نے پلیز کو اتنا کھینچا کہ صنم کو ٹوکنا پڑا۔

"مسئلہ تیاری کا نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میں نے آج گھر جانا تھا۔"

"سوری۔"

ایک بار پھر معافی مانگی گئی۔ تو صنم نے بھی بے دلی سے ہامی بھر لی۔ اور اب وہ تینوں اس کے لیے گانا سلیکٹ کر رہی تھیں۔

****

(جاری ہے)

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

انشاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین